انجینئر مختار فاروقی

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861
047-7630863

نام کتاب : 10 علاماتِ قیامت

تحریر : انجینئر مختار حسین فاروقی

ناشر : مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

مقام اشاعت : قرآن اکیڈمی، لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ، جھنگ صدر

فون: 047-7630861

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

تاریخ اشاعت : جنوری 2014ء بمطابق ربیع الاوّل 1435ھ

تعداد : 1100

مطبع : بی پی ایچ پرنٹرز لاہور

قیمت : -/165 روپے

ISBN NO: 978-969-9771-07-1

انتساب

ان مسلمان خواتین وحضرات کی
سعید روحوں کے نام

- جنہوں نے گزشتہ ایک صدی میں
احیائے اسلام اور احیائے خلافت
کی کوششوں میں
مال اور وقت کی قربانی دی
گھر بار کی قربانی دی
مصائب جھیلے وطن چھوڑا
جان بھی قربان کر دی
اور ہمارے لیے لازوال، انمٹ نقوش چھوڑے
کہ اس قافلے کو اب منزل کے قریب کر دیں اور

- جو آج اسی مقصد کے لیے خدا بیزار اور
خدا ناشناس ـــ انسان دشمن اور اخلاق دشمن قوتوں
سے نبرد آزما ہیں اور

- جو آئندہ بھی اس سنگلاخ راستے پر
نکل کر کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیں گے

فہرست مضامین

نوٹ: اس کتاب میں قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے (سورت نمبر: آیت نمبر)
مثال کے طور پر (16-15:05) کا مطلب سورت نمبر 5 یعنی سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 15 اور 16 ہے

پیش لفظ

یہ دورقربِ قیامت کا دور ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا یہ احسان ہے کہ ہماری بیداری اور تیاری کے لئے آپ ﷺ نے قیامت کے قائم ہونے سے پہلے، نیز توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے اس تاریخی پھیلاؤ کی کچھ علامات (SIGNS) کی نشاندہی فرمائی ہے جس سے حالات وواقعات کو پہچاننا آسان ہوگیا ہے۔

یہ نشانیاں 1400 سال سے زیادہ عرصہ پہلے ارشاد فرمائی گئیں اور روایت کے ذریعے نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچی ہیں۔ 14 صدیاں قبل اور آج کے ماحول میں بڑا فرق واقع ہو چکا ہے آج کی چیزوں اور ایجادات کی اس وقت نشاندہی اور بیان اپنی جگہ مشکل ہے تاہم حضرت محمد ﷺ پر وحی آتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں معراج کے سفر میں آسمانوں کی سیر کرائی تھی اور قیامت کے حالات وواقعات کے مناظر دکھائے تھے جس کی بنیاد پر آپ نے ان چیزوں کا آگے تذکرہ فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے جن چیزوں کا بیان فرمایا آپ کو ان چیزوں کا 'حق الیقین' نے 'عین الیقین' حاصل تھا گویا ''پیغمبر (علیہ السلام) ہر چہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق آپ ﷺ نے آنے والے حالات وواقعات کی صحیح نشاندہی فرمائی اور اصطلاحات والفاظ بھی نہایت بلیغ اور فصیح بیان فرمائے ہیں جبکہ اس کے روایت کرنے والے اور بعد کے مفسّرین وشارحین حدیث سے خلوص واخلاص کے باوجود صحیح مصداق کی وضاحت وتعیین میں خطائے اجتہادی کا احتمال ہے۔ اس کے باوجود ہر دور میں ان وضاحتوں کی کوشش جاری رہے گی تا آنکہ صحیح مصداق خارج میں ظاہر ہو جائے اور اُمّت کے معتد بہ حصّہ کا اس پر اتفاق واطمینان بھی ہو جائے۔

اَللّٰھُمَّ اَلھِمنَا رُشُدَنَا وَ اَعِذُنَا مِنُ شُرُوُرِ اَنُفُسِنَا

احادیث مبارکہ میں اشراط الساعۃ کی وضاحت ہے اس سلسلے کی سب سے اہم حدیث، جس میں دس علامات کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، آگے درج ہے اس کے مطابق وہ نشانیاں یہ ہیں:

1. دخان (دھواں)
2. دجال
3. دابۃ الارض
4. سورج کا مغرب سے طلوع ہونا
5. مشرق میں دھنسنا
6. مغرب میں دھنسنا
7. جزیرہ عرب میں دھنسنا
8. نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
9. یاجوج وماجوج
10. ایک آگ (جو یمن سے) نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔

مذاہب کی تاریخ میں قیامت، اس کی ہولناکیاں اور اس کے آثار کے تصوّرات موجود ہیں جن کا دنیا کی بیشتر آبادی اس وقت بھی شعوری یا غیر شعوری ادراک رکھتی ہے۔ انسانی نفسیّات کا تانا بانا بچپن کی لوک کہانیاں اور لوک ورثہ سے تیار ہوتا ہے؛ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ آج کے دورِ جدید میں بھی انسان END OF TIME اور END OF HISTORY کا خوف محسوس کرتا ہے۔ دوسری طرف آج انسانی سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی ایسی معراج پر ہے کہ جہاں انسانیت بہت نازاں ہے مگر اسی ترنگ میں اپنی تباہی کا اتنا ہولناک سامان بھی جمع کر رہا ہے جس کے بارے میں ذرا سا تصور بھی کسی انسان کے رونگٹے کھڑے کر دینے اور حیرانی سے اپنی انگلی منہ میں دبانے پر مجبور ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ لسانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد شدہ یہ الفاظ بڑی دلچسپی سے پڑھے جائیں گے۔

انجینئر مختار فاروقی

31 دسمبر 2013ء

27 صفر 1435ھ

فرمانِ رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم

1

قال النبی ﷺ: اِنَّ السَّاعَةَ لَاتَقُوْمُ حَتّٰی تَکُوْنَ عَشَرَ آیَاتٍ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر ہو جائیں

الدُّخَان وَ الدَّجَّال وَ الدَّابَّة

دھواں اور دجال اور دابۃ الارض،

وَ طُلُوْع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَ ثَلَاث خُسُوْفٍ

اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور تین جگہ لوگوں کا زمین میں دھنس جانا:

خَسُفٌ بِالْمَشْرِقِ وَ خَسُفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسُفٌ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ

ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں،

وَ نُزُوْل عِیْسٰی علیہ السلام وَ فَتْح یَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا

وَ نَار تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَی الْمَحْشَرِ

اور قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی

تَبِیْتُ مَعَهُمْ حَیْثُ بَاتُوْا وَ تَقِیْلُ مَعَهُمْ حَیْثُ قَالُوْا

جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے وہاں وہ ٹھہرے گی اور جہاں

دن کے وقت آرام کریں گے وہاں وہ بھی رُک جائے گی

(الجامع الصغیر عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ)

2

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ)

اِطَّلَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ،

ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے

فَقَالَ: مَا تَذَاكَرُونَ؟ قَالُوا: نَذْكُرُ السَّاعَةَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں

قَالَ: اِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ

آپ نے فرمایا: قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لو

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نشانیاں بیان فرمائیں

الدُّخَانَ وَ الدَّجَّالَ وَ الدَّابَّةَ وَ طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

دھواں اور دجال اور دابہ اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا

وَ نُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَ ثَلَاثَةَ خُسُوفٍ:

اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول اور یاجوج ماجوج اور زمین میں تین جگہ لوگوں کا دھنس جانا:

خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَ خَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ،

ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں

وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ اِلَى مَحْشَرِهِمْ

اور ان سب کے آخر میں ایک آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف (گھیر کر) پہنچا دے گی

(مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة)

یہ حدیث مبارکہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ متعدد کتب احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس کتاب میں علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الجامع الصغير فی احاديث البشير و النذير" میں وارد حدیث کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مُقَدّمَہ

انسان اشرفُ المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس انسان میں بے پناہ صلاحیّتیں ودیعت فرمائی ہیں۔قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ”لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ“ (75:38) میں نے اس (انسان) کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ جدید سائنس اور مشاہدہ وعقل کے اعتبار سے بھی انسان تخلیق کاCLIMAX ہے۔ انسان میں جہاں عقل ومنطق کی صلاحیّتیں ہیں وہیں دل، ضمیراور اخلاقی حِسّ بھی موجود ہے۔اسی اخلاقی حِسّ کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰھَا فَاَلۡھَمَھَا فُجُوۡرَھَا وَ تَقۡوٰھَا O (91:7-8)

”اور (قسم ہے) نفس کی اور جیسا کہ اس کے اعضا کو برابر کیا، پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیز گاری کی سمجھ دی“

سورۂ قیامہ میں اس اخلاقی حِسّ کی سلامتی اور فطری حُسن کو نفسیّات انسانی کے لحاظ سے نفس لوّامہ' کہا گیا ہے۔ایک طرف انسان اچھے طرزِ عمل، اچھے رویّوں اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ (BEST LIFESTYLE) کو اپنا کر نفس مطمئنّہ کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے تو دوسری طرف اپنے آزاد ارادے سے غیر اخلاقی طرزِ عمل، بُرے رویّوں اور حیوانی طرزِ زندگی اختیار کر کے نفس امّارہ کا مصداق اور نمونہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰھَا O وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا O (91:9-10)

”جس نے (اپنے) نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا“

انسانی اعمال اور رویّوں کا اس حیاتِ دنیوی میں بھی اس کی شخصیّت پر گہرا اثر پڑتا ہے

اور کہا جاسکتا ہے کہ ہر انسانی شخصیّت ـــــ اپنے نظریات، طرزِ عمل، روز مرّہ کے رویّوں اور باہمی انسانی معاملات (INTERACTION) میں اپنے نظریات کے تحت تیار شدہ شخصیّت کے اظہار کا مجموعہ ہے۔ اگر ـــــ دل میں ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت ہے تو انسانی شخصیّت انسان دوست، علم دوست، ماحول دوست اور خدا دوست (محبوبِ خدا) ہوگی اور بصورت دیگر اگر دل میں شیطانی و ابلیسی نظریات ہیں، فاطرِ فطرت اور اس کی اس کائنات کی غلط تشریح رچ بس گئی ہے تو ایسی شخصیّت خود غرض، عناد پرست، ہوس پرست اور حیوانی جذبات و حیوانی جبلّتوں کی پجاری ہوگی۔ ایسی شخصیّت اپنے جیسے کسی آوارہ مزاج شخصیّت کے لئے ''انسان دوست'' تو ہوسکتی ہے لیکن مجموعی طور پر ''انسان دوست'' کہلانے کی مستحق نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس نظامِ کائنات کے خالق و مالک کے نزدیک پسندیدہ قرار پاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے کسی انعام و اکرام کی مستحق۔

دنیا کی یہ مختصر زندگی عارضی بھی ہے اور 'ناپائیدار' بھی۔ یہاں کے اعمال کا نتیجہ اس دنیا میں بہت کم ظاہر ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات برعکس ظاہر ہوتا ہے۔ خالق کائنات نے ایک اور دنیا بنائی ہے جہاں انسان کو یہاں سے 'خروج' یعنی موت کے بعد پہنچنا ہے اور وہاں ہر انسان کے اعمال اس کے ضمیر اور اخلاقی حسّ کی روشنی میں جانچے جائیں گے اور اس کا نتیجہ...... جنّت اور دوزخ کی شکل میں ظاہر ہوگا اور وہاں کی زندگی ابدی اور دائمی ہوگی۔ درحقیقت وہ اُخروی زندگی ہی انسان کی IDEAL اور مثالی زندگی ہوگی جہاں اس کی حقیقی خواہشات کسی دوسرے انسان کی خواہشات کا خون کیے بغیر اور بنی نوع انسان پر ظلم کیے بغیر پوری ہوسکیں گی۔ اس دنیا میں اگر چند لوگ بظاہر اپنی خواہشات پوری کر لیتے ہیں یا نظر آتے ہیں تو اولاً...... وہ لوگ اپنے انفرادی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہزاروں لاکھوں دوسرے اپنے جیسے انسانوں کی بنیادی ضروریات ہی کو سلب کر کے یا ان کی COST پر ہی ایسا کرتے ہیں اور ثانیاً...... اپنی خواہشات کی تکمیل کے باوجود انہیں باطنی سکون اور MENTAL PEACE نصیب نہیں ہوتا اور مسلسل بے چینی اور اضطراب کا شکار رہتے ہیں اور GUILTY CONSCIENCE ہی FEEL کرتے رہتے ہیں۔ ثالثاً اس دنیا

کی لذّات اور تعیّشات عارضی ہیں یا وسائل ختم ہو جاتے ہیں یا انسانی قویٰ جواب دے جاتے ہیں یا انسان دنیا میں سب کچھ چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کو محروم کر کے کچھ لوگوں کی خواہشات کی تکمیل کا خواب پھر بھی ادھورا ہی رہ جاتا ہے۔

عقل انسانی تقاضا کرتی ہے کہ ایک دوسرا جہان ہو جہاں کے تخلیقی قوانین اور اُصول اس کائنات سے مختلف ہوں ابدی زندگی ہو قویٰ جواب نہ دیں، وسائل ختم نہ ہوں، خوشیاں دائمی ہوں اور غموں سے نجات ہو جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ یہ انسانی سوچ صحیح ہے، ایک دوسری زندگی یقینی ہے جو موت کے بعد کی زندگی ہے وہ دائمی ہے جہاں انسان کے قویٰ جواب نہیں دے جائیں گے، بڑھاپا طاری نہیں ہوگا، موت نہیں آئے گی۔ مگر اس اچھی زندگی کا وعدہ ان لوگوں کے لئے ہے جو یہاں اپنے رب کی مرضی کے مطابق اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے LIFE STYLE کے مطابق زندگی گزادیں گے۔ اس اخروی زندگی کو کامیاب زندگی قرار دیا گیا ہے جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو کسی انسان کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو 'من چاہی' اور آزاد اور حیوانی سطح پر گر کر 'حیوانی لائف سٹائل' کے مطابق زندگی گزار کر جائیں گے ان کے لئے سزا ہے اور وہ جہنم کی دائمی زندگی ہے، جہاں آگ ہے جلا دینے والی آگ۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرۡنَا مِنَ النَّار

یہ دوسری زندگی یقینی ہے اور قرآن مجید اس کا گواہ ہے اس دوسری زندگی کے آغاز سے پہلے ایک 'یوم الحساب' ہے جہاں اس زمین پر آنے والے تمام انسان جمع کر کے ان کا حساب لیا جائے گا اور پوری زندگی کا حساب ہوگا۔ اس حساب کے دن نہ دوستی کام آئے گی نہ رشتہ داری، نہ حسب ونسب، نہ مال و دولت، نہ ذات پوچھی جائے گی نہ برادری، بحیثیت 'انسان' حساب کا مواجہہ کرنا پڑے گا اور ہر انسان اس مرحلے پر اکیلا ہی ہوگا:

وَ کُلُّهُمۡ اٰتِیۡهِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ فَرۡدًا (95:19)

''اور سب لوگ قیامت کے دن اس (اللہ تعالیٰ) کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے''

اس محاسبے کا نقشہ قرآن پاک میں جگہ جگہ بیان ہوا ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد ہے کہ جب کچھ لوگ حساب کے بعد جہنم لے جائے جائیں گے تو وہاں ان کا جہنم کے داروغوں

(SECURITY PERSONNEL) سے ایک مکالمہ ہوگا۔

كُلَّمَآ اُلۡقِيَ فِيۡهَا فَوۡجٌ سَاَلَهُمۡ خَزَنَتُهَآ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ نَذِيۡرٌ O قَالُوۡا بَلٰى قَدۡجَآءَ نَا نَذِيۡرٌ فَكَذَّبۡنَا وَقُلۡنَا مَانَزَّلَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ كَبِيۡرٍ O وَ قَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ O فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ O (67:8-10)

”جب اس جہنم میں ان (انسانوں) کی کوئی جماعت ڈالی جارہی ہوگی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بلاشبہ خبردار کرنے والے تو آئے تھے لیکن ہم نے ان کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو۔ اور کہیں گے اگر ہم (ان پیغمبروں علیہم السلام کی باتیں) سنتے یا عقل سے کام لیتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔ سو دوزخیوں کے لئے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے“۔

گویا آج انسان کو شعور ہے کہ وہ کیا کررہا ہے؟ اچھائی کررہا ہے یا برائی کررہا ہے اور جو شخص برائی کمارہا ہے وہ جانتے بوجھتے ایسا کررہا ہے جس کی سزا یقینی طور پر ملنی چاہیے اور مل کررہے گی۔ اس آخرت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ بھی پیشِ نظر رہے تو انسان کی 'مستی' اور 'دنیاوی نشہ' میں کمی آجاتی ہے:

اِنَّ الرَّآئِدَ لَایَکۡذِبُ اَهۡلَهٗ

قوم کا پیش رو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔

وَ اللّٰهِ لَوۡ كَذَبۡتُ النَّاسَ جَمِيۡعًا مَا كَذَبۡتُكُمۡ

اللہ کی قسم، اگر میں تمام لوگوں سے بھی جھوٹ بولوں، تو تم سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔

وَ اللّٰهِ لَوۡ غَرَرۡتُ النَّاسَ جَمِيۡعًا مَا غَرَرۡتُكُمۡ

اللہ کی قسم، اگر میں تمام لوگوں کو بھی دھوکہ دوں، تو تمہیں دھوکہ نہ دوں گا۔

وَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ خَاصَّةً وَ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً

میں خاص طور پر تمہاری طرف اللہ کا پیغامبر ہوں اور عمومی طور پر تمام لوگوں کے لیے۔

وَ اللّٰہِ لَتَمُوْتُنَّ کَمَا تَنَامُوْنَ

اللہ کی قسم جیسے تم (روزانہ) سوتے ہو ویسے ہی (ایک دن) مر جاؤ گے۔

وَ لَتُبْعَثُنَّ کَمَا تَسْتَیْقِظُوْنَ

اور جیسے (سونے کے بعد) اٹھتے ہو، ویسے ہی (قیامت کے دن) اٹھو گے۔

وَ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو، اس کا حساب دو گے۔

وَ لَتُجْزَوُنَّ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَّ بِالسُّوْءِ سُوْءًا

اور پھر اگر اچھے کام کیے ہیں تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام کیے ہیں تو برا بدلہ ملے گا۔

وَ اِنَّھَا لَجَنَّۃٌ اَبَدًا اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا

اور یہ بدلہ ہمیشہ ہمیش کی جنّت ہو گا یا ابدی جہنم۔ (از ماہنامہ میثاق لاہور نومبر 10ء)

یہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ایک ہی دن ہوگا اس حساب میں نہ کوئی وقفہ ہوگا نہ رات آئے گی۔ صرف تقابل کے لئے سامنے رہے تو عبرت ہوگی کہ یہ زندگی جو ہم گزار رہے ہیں اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک بمشکل نو ہزار یا دس ہزار سال ہیں اور اس میں واقعات و حوادث کا ایک طویل سلسلہ ہے: تہذیبیں، تمدّن، بادشاہتیں، حکومتیں، جنگیں......طویل تاریخ ہے جبکہ اس کے مقابلے میں پانچ گنا لمبا عرصہ اور ایک ہی دن...... یوم الحساب۔

اس قیامت کے دن بے شمار 'مناظر' ہوں گے اور بے شمار واقعات ہوں گے اس دن کا آغاز ایک زوردار آواز سے ہوگا جسے ''صور پھونکنا'' کہا جاتا ہے اور تمام انسان دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور صفیں باندھ کر اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں گے اور ربّ ذوالجلال والاکرام بھی نزولِ اجلال فرمائے گا اور اس کے لئے بیت اللہ اسی زمین پر پہلے ہی موجود ہے اور حساب کتاب کا آغاز ہو جائے گا۔

اس یوم الحساب یا قیامت کے دن سے پہلے ایک عالم برزخ ہے اور اس کی مدّت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس میں آخرت کے حساب کی تیاری ہوگی اس سے قبل اس زمین پر ایسی

صورت حال ہوگی کہ آج کی چہل پہل اور رونقیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی اور ایک ہی وقت میں تمام انسان لقمۂ اجل بن جائیں گے۔ انسانوں کی لاپرواہی، بے عملی، خدا بیزاری اور دین دشمنی کی پاداش میں یہ تباہی ایک 'عذابِ الیم' کے طور پر اس دنیا میں آئے گی۔ ایک حدیث پاک میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا اس دنیا پر ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا اس وقت قیامت آجائے گی۔ سورۂ حج کے آغاز میں اس حقیقت کا تذکرہ یوں آیا ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَئٌ عَظِيْمٌ O يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ O

(2-1:22)

''لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔ (اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو مدہوش نظر آئیں گے مگر وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے) بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے''

گویا نسل انسانی کی تباہی ایک عذابِ الٰہی کے طور پر ہوگی اور حقیقی طور پر END OF HISTORY یہی واقعہ ہوگا۔

عرفِ عام میں اس واقعے کو ہی 'قیامت' کہہ دیا جاتا ہے اور یہی معروف و مشہور بھی ہے۔ اس عظیم واقعے اور تاریخ انسان کے سب سے ہولناک واقعے کا 'وقوع پذیر' ہونا تو اٹل ہے اور یقینی ہے کہ قرآن پاک کہہ رہا ہے اور حضرت محمد ﷺ نے اس کی بابت تفصیلات بتائی ہیں۔

ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اس بڑے واقعے کے 'وقوع پذیر' ہونے سے پہلے کئی واقعات (SIGNS) کی نشاندہی فرمائی ہے تاکہ جاگنے والے جاگ جائیں، غافل بیدار ہو جائیں، توبہ کرنے والے توبہ کرلیں اور انتظار کرنے والے اچھے کاموں کی طرف بڑھنے کا

انتظار ختم کر کے اچھے کاموں میں لگ جائیں۔ جیسے ہائی وے یا موٹر وے پر گاڑی پر سفر کرتے ہوئے اہم منازل کے نشانات آتے ہیں عام سفری نشانات بھی ہوتے ہیں کہ اب اسلام آباد 300 کلومیٹر ہے۔ پھر دس کلومیٹر بعد 290 کلومیٹر ہے۔ مزید برآں آرام وطعام کی سہولت کے لئے بنائے گئے مقامات کی نشاندہی کے لئے ایک نشان آتا ہے۔ طعام وقیام 2 کلومیٹر ہے، پھر طعام وقیام 1 کلومیٹر ہے۔ پھر وہ مقام آتا ہے تو اس کو نمایاں طور پر واضح اشارات سے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ سفر کرنے والوں کو دِقت اور پریشانی لاحق نہ ہو۔

علیٰ ھٰذا القیاس لسانِ حق ترجمان حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کی آگاہی اور قیامت کے اس واقعہ کی نشاندہی کے لئے کئی نشانِ راہ (SIGNS) بتائے ہیں تاکہ کوئی غافل نہ رہے اور خوابِ غفلت کا بہانہ نہ بنا سکے۔ اللہ کے سچے بندے اس کی تیاری کریں جبکہ بے دین اور اَشرار یعنی باغی لوگ اپنے انجام کو پہنچیں۔

جیسا کہ آغاز میں دی گئی حدیث مبارکہ سے واضح ہے یہ اَشراط الساعہ ہیں۔ قرآن و حدیث میں انسانی تباہی اور انسانیت کے اختتام یا END OF HISTORY کو "السـاعة" کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی دس علامات ہیں گویا جب یہ واقعات وقوع پذیر ہونے لگیں تو سمجھیں کہ اب قیامت قریب ہے اور اگلی نشانیوں اور SIGNS کا انتظار کریں حتیٰ کہ سارے اشارات اور علامتیں ظاہر ہو جائیں تو یہ واقعہ وقوع پذیر ہوگا اور اس میں کوئی جھوٹ یا بناوٹ نہیں ہے۔

اس کتاب میں 'اشراط الساعہ' سے متعلق احادیث کے متون میں وارد الفاظ کو عصرِ حاضر کے مشاہدات و تجربات کے ساتھ تطبیق دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسی کوششیں ماضی میں بھی ہر دور میں جاری رہی ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گی تا آنکہ وہ 'واقعات' وقوع پذیر ہو کر 'رجالِ دین' کی 'خاموش تائید' حاصل کرلیں اور دل آپ ﷺ کے فرامین جلیلہ کے حق ہونے پر گواہی دے دیں۔ واللہ اعلم

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ
لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو
اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيْمٌO
کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہے۔
يَوْمَ تَرَوْنَهَا
(اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ)
تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ
تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی
وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا
اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے
وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى
اور لوگ تجھ کو مدہوش نظر آئیں گے مگر وہ مدہوش نہیں ہوں گے
بلکہ (عذاب دیکھ کر مدہوش ہو رہے ہوں گے)
وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌO
بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم
(1-2:22)

1
اَلدُّخَان
دُھواں

علاماتِ قیامت میں سے لسانِ حق ترجمان ﷺ کی بیان کردہ پہلی نشانی 'الدّخان' ہے۔ اس کا لفظی معنی ہے 'دھواں' یا SMOKE اور یہ لفظ معرفہ آیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ وارد ہے اور 25 ویں پارے میں سورت نمبر 44 کا نام ہی الدّخان ہے اور اس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍO يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌO (44:10-11)

''تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا، جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ درد دینے عذاب ہے''

الدّخان کے بارے میں مُفسّرین کے مختلف اقوال

یہاں دُخان سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسّرین کرام کے مختلف اقوال درج ذیل ہیں:

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اُٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لے گا، نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے زکام سا ہو جائے گا اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر بیہوش کر دے گا۔

❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ زور و شور کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد وہ دھواں نہیں جو علامت قیامت میں سے ہے، بلکہ قریش کے تمرّد و طغیان سے تنگ آ کر نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ ان پر بھی سات سال کا قحط مسلّط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلّط ہوا تھا۔ چنانچہ قحط پڑا جس میں مکّہ والوں کو مردار اور چمڑے ہڈیاں کھانے کی نوبت آ گئی (غالباً اسی دوران میں 'یمامہ' کے رئیس ثمامہ ابن آثال رضی اللہ عنہ مشرّف باسلام

ہوئے اور وہاں سے غلہ کی جو بھرتی مکّہ کو جاتی تھی بند کردی) غرض اہل مکّہ بھوکوں مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدّت کی بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں زمین وآسمان کے درمیان دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اور ویسے بھی مدّت دراز تک بارش بند رہنے سے گرد وغبار وغیرہ چڑھ کر آسمان پر دھواں سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کو یہاں دھواں سے تعبیر فرمایا۔

❸ (ان دونوں تفسیروں میں موافقت) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا تعلق اس واقعہ سے ہے کہ مکہ معظّمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سخت قحط رونما ہوا تھا اور انہوں نے اسے رفع کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی تھی اور کفّار نے عذاب رفع ہو جانے کی صورت میں ایمان لانے کا وعدہ بھی کیا تھا: "رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ" (اے پروردگار! ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے، ہم ایمان لاتے ہیں")۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب ہٹا دیا "اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَائِدُوْنَ" (ہم ذرا عذاب ہٹائے دیتے ہیں، تم پھر وہی کروگے جو پہلے کر رہے تھے) لیکن جب عذاب ہٹ جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے تو فرمایا (کہ جب تم نہ رسول کے سمجھانے سے مانتے ہو، نہ قحط کی شکل میں جو تنبیہ تمہیں کی گئی ہے اس سے ہی ہوش میں آتے ہو، تو) پھر اس دن کا انتظار کرو جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے آئے گا اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا۔ یعنی ان آیات میں قحط کے عذاب کا بھی ذکر ہے لیکن یہ 'دخان' (دھواں) قحط کے زمانے کی چیز نہیں بلکہ علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

❹ اس دخان سے مراد وہ گرد وغبار ہے جو فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ کے آسمان پر چھا گیا تھا۔

❺ قرآن کریم نے کفارِ مکہ کو ایک آنے والے عذاب سے ان آیات میں ڈرایا ہے اس کے بعد جو بھی عذاب ان پر آیا اس کو کسی درجہ میں اس کا مصداق سمجھنے میں بھی کچھ بُعد معلوم نہیں ہوتا۔ (تفسیر عثمانی، معارف القرآن، تفہیم القرآن)

اشراط الساعۃ والی حدیث میں جو 'اَلدُّخَان' کا لفظ آیا ہے، وہ 'دخان' اور ہے اور قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شکل جسے قرآن پاک 'دُخَانٌ مُّبِیْنٌ' فرماتا ہے، وہ ایک مختلف نوعیّت کی چیز ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں وارد لفظ 'دخان' کی طرح علماء نے حدیث میں وارد 'الدخان'

کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔اس کو یہاں دہرانا مقصود نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قربِ قیامت میں (اور آج کا زمانہ قربِ قیامت کا ہی زمانہ ہے) ایک خاص قسم کا دھواں ظاہر ہوگا جو دنیا میں 'انسانی حیات' کے خاتمے کی طرف بڑھنے یعنی زلزلۃ الساعۃ کی طرف لے جانے والے حالات میں سے ایک کڑی یا سبب ہوگا یا ظاہراً اس کی علامت ہوگا۔ایک وقت آئے گا کہ علمائے اسلام اس علامت کو پہچانیں گے اور اس پر اتفاق کریں گے۔

آج کی ماحولیاتی آلودگی......دُھواں

علمی بحث سے گریز کرتے ہوئے آج کے ماحول میں ذرا نظر دوڑائیں تو ہر ذی شعور انسان یہ باور کرسکتا ہے کہ آج شہری اور اجتماعی زندگی میں جسے POLLUTION کہتے ہیں اور اس کا ایک اہم حصّہ فضائی آلودگی ہے کہ جس سے دنیا میں حیات انسانی کو سخت خطرات لاحق ہیں وہ آگ اور دھواں ہی ہے۔ زمانہ قدیم سے آگ دنیا میں جلائی جاتی ہے اور انسانی تمدّن اور بقائے حیات کے لیے ایک معاون ہے۔

- عصر حاضر میں آگ سے پیدا ہونے والے دھویں میں ہولناک اضافہ کا ایک سبب انسانی آبادی کی کثرت بھی ہے، آج سے ڈیڑھ صدی پہلے دنیا کی آبادی 40۔50 کروڑ سے زیادہ نہیں تھی اور اس طرح انسانی زندگی میں حرارت کو برقرار رکھنے اور کھانا پکانے یا صنعتی استعمال والی آگ اور نتیجتاً دھواں بھی بہت کم تھا۔ آج دنیا کی آبادی 650 کروڑ سے متجاوز ہے اور ضروریاتِ انسانی بڑھ چکی ہیں شہری زندگی میں لکڑی، کوئلہ، قدرتی گیس، LPG وغیرہ کا استعمال بے تحاشا بڑھ چکا ہے اور یہ تمام اسباب ماحول میں آکسیجن کی کمی اور فضائی آلودگی میں اضافہ کا موجب ہیں۔
- انسانی آبادی میں اضافہ کے سبب گھریلو کوڑا کرکٹ اور WASTE کی مقدار میں بھی 30-40 گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ استعمال کرو اور پھینک دو قسم کی بے شمار چیزیں اسی WASTE میں اضافہ کا باعث ہیں۔اکثر ان کو آگ لگا کر ضائع کیا جاتا ہے۔
- آج کی انسانی زندگی میں 'دھواں' یا SMOKE کا ایک اہم ذریعہ 'تمباکو نوشی' یا

’سگریٹ نوشی‘ کا دھواں بھی ہے۔ دنیا میں تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی کا دھواں تو براہِ راست انسان کے اندر جاتا ہے اور کینسر اور اَمراضِ قلب کا موجب ہے، سگریٹ کے ہر پیکٹ پر پہلے عبارت درج ہوتے تھی کہ 18 سال سے کم عمر لوگوں کو سگریٹ فروخت نہ کیے جائیں یہ امراضِ قلب اور کینسر کا باعث ہے، اب اس کی تصویر شائع ہوتی کہ ہر شخص پڑھا لکھا نہیں ہے تو کم از کم تصویر ہی دیکھ لے اور تمباکو سے پرہیز کرے مگر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ دنیا میں سگریٹ بنانے والی کمپنیاں اربوں ڈالر کا کاروبار کرتی ہیں اور اربوں کماتی ہیں مگر اس انسانی صحّت کے لیے مضر تمباکو کا کاروبار بند نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ساری ملٹی نیشنل ایک خاص گروہ کی ملکیّت ہیں۔

- دنیا میں دھویں کا ایک اور سبب آج کی ٹرانسپورٹ ہے اور کارخانے ہیں جہاں CNG، ڈیزل، پٹرول، فرنس آئل، لکڑی کوئلہ اور WASTE جلایا جاتا ہے۔

آج ٹرانسپورٹ میں انجن کو چلانے کے لیے جو پٹرول یا گیس ڈالی جاتی ہے وہ جلتی ہے تو انجن حرکت کرتا ہے اور یوں گاڑی چلتی ہے۔ موٹر سائیکل، کاریں، ویگنیں، بسیں، ریلوے، ہوائی جہاز اور سمندری جہاز سب اسی FUEL سے حرکت میں ہیں۔ ہر چیز میں آگ کی بھٹی ہے جو دہک رہی ہے اور سائلنسر سے دھواں نکل رہا ہے۔

اس وقت دنیا میں CNG، LPG اور گھریلو گیس کے استعمال کے علاوہ تقریباً ایک کروڑ بیرل (ڈرم) تیل روزانہ زمین سے نکالا جاتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ اتنی مقدار میں تیل مختلف شکلوں میں روزانہ جلایا جاتا ہے۔ جس سے مزید کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک کروڑ بیرل تیل کا روزانہ جلایا جانا، فضائی آلودگی کا باعث ہے اور حیاتِ انسانی کے لیے سخت خطرہ ہے۔

ٹرانسپورٹ کی وجہ سے آج بڑے شہروں کے مصروف علاقوں میں ٹریفک رُک جائے تو گاڑیوں کے درمیان سے گزرنا مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ ہر گاڑی میں سے دھواں برآمد ہوتا ہے۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اسی دھویں کی وجہ سے مصروف کاروباری سڑکوں پر عمارتیں، درخت دیگر اشیاء سیاہی مائل ہوتی ہیں، ایم اے جناح روڈ کراچی یا مال روڈ لاہور اس کی مثالیں ہیں۔

اس دھویں کی مقدار کا تصور ایک کروڑ بیرل تیل سے لگایا جاسکتا ہے یعنی 150,00,00,000 لٹر تیل روزانہ روئے ارضی پر جلایا جاتا ہے۔ لکڑی، گھریلو سوئی گیس،

LPG سلنڈر اور دیگر جلائی جانے والی چیزوں کا دھواں اس پر مستزاد ہے۔ یہ وہ دھواں ہے جو آج ہر طرف عام ہے۔ موٹر سائیکل چلانے والے جانتے ہیں کہ کسی مصروف کاروباری علاقے کا دس پندرہ کلومیٹر کا سفر کرنے سے کپڑے، ہاتھ پاؤں اور چہرہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔

- اس کے علاوہ بھی اضافی دھویں کی کوئی صورت بعید از قیاس نہیں ہے کسی آئل ریفائنری یا آئل فیلڈ میں 'اللہ نہ کرے' آگ لگ جائے تو دنیا میں ہر طرف ہی دھواں چھا جائے گا۔

اشراط الساعۃ کے ضمن میں غور کرتے ہوئے آج کے دور میں اس ہمہ گیر اور کل روئے ارضی پر پھیلے ہوئے دھویں کو بھی اسی 'الدخان' کے قبیل ہی سمجھنا چاہیے۔

بد قسمتی یہ ہے کہ ابھی متبادل توانائی کا انتظام نہیں ہے اور اس دھویں کی مقدار میں موٹر سائیکلوں، کاروں اور بسوں کی تعداد میں اضافے سے کئی گنا مزید اضافے کا امکان ہے جس سے یہ مصیبت یا نحوست 'آفاقی وبا' کی شکل اختیار کرسکتی ہے۔ آج بھی یقیناً ہر شخص اس سے متأثّر ہو رہا ہے اور مستقبل بھی مخدوش ہے۔ شہروں میں کارپوریشن میونسپل کمیٹیاں، تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن، پبلک ہیلتھ، ہارٹی کلچر کے ادارے پریشان ہیں مگر تا حال اس کا کوئی حل سامنے نہیں ہے اور صورت حال اس کیفیّت کا ایک عکس ہے جو قرآن پاک میں وارد ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا......(30:40)

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے......"

آج کا انسان ترقی کے نام پر کیے گئے اقدامات کی سبب اپنی ہی تباہی کا سامان فراہم کر رہا ہے کہ روئے ارضی پر زندگی اجیرن ہوتی جا رہی ہے۔ اس صورت حال کا لسانِ رسالت مآب ﷺ سے چودہ صدیاں پہلے اظہار بذات خود ایک معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان کا ایک مظہر۔

2
الدّجال
دَجّال

لسانِ حق ترجمان لسانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی روایت میں دس علامات قیامت کا ذکر ہے ان میں سے پہلی 'الدخان' ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ دوسری علامت 'الدجّال' ہے جس کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان توضیحات کو عام مسلمانوں میں حالات کا شعور بیدار کرنے کا ذریعہ بنا دے اور بعد ازاں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

الدّجال ــــــ لُغوی بحث

الدَّجّال ــــــ دَجَّالٌ سے معرفہ ہے۔ دجّال کا لفظ دَجل سے فعّال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، دجل کے معنی دھوکہ دینا، حقیقت کو چھپا کر اس کی جگہ کوئی دوسری فرضی چیز سامنے لانا، انگریزی میں DODGE کرنا ہے یا چکر دینا۔ دجّال کے معنی ہیں بہت بڑا دھوکہ باز انسان۔ یہ DODGE سے اسم مبالغہ یعنی SUPERLATIVE ڈگری ہے۔ دجّال کے اسم پر جب الف لام لگا کر معرفہ بنائیں گے تو معنی ہوں گے بڑا دجال یا خاص دجال۔ اسی لفظ سے پھر دجالیت، دجال کا زمانہ، دورِ دجال، عصر دجال کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ 'الدجّال' کی سرگرمیوں کو فتنۂ دجال بھی کہا جاتا ہے۔ دجال اور فتنۂ دجال سے پھر دجالی تہذیب کا لفظ بھی استعمال میں آتا ہے۔

تاریخ کا سب سے مہلک اور خطرناک فتنہ

انسانی تاریخ میں مادّی علوم میں درجہ بدرجہ ترقی ہوئی ہے اور آج انسانی علم، معلومات، ٹیکنالوجی اور مہارت جہاں تک پہنچ چکی ہیں ماضی میں اس کا عشر عشیر بھی انسان کے وہم و گمان میں نہ آ سکتا تھا۔ علامہ اقبال نے اسی مقام پر فرمایا ہے:

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مۂ کامل نہ بن جائے

انسانی ترقی اور آسودگی کے ہر دور میں اخلاقی ضرورت اور رہنمائی کے لئے آسمانی ہدایت کی پہلے بھی ضرورت رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے بے شک ہمارے جسمانی رزق کا بھی بندوبست فرمایا ہے اور روحانی رزق کا بھی۔ ایسے برگزیدہ انسان تشریف لائے جو اخلاق و کردار کی بہت بلندیوں پر تھے۔ اُنہوں نے دعویٰ یہ کیا وہ خالق کائنات کے پیغامبر اور فرستادہ ہیں اس خالق کائنات نے عام انسان کی رہنمائی کے لئے انہیں ہدایت دے کر بھیجا ہے اور نمونہ بنایا ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ــــــ ان پر ایمان لائیں اور تصدیق کریں اور ان کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کریں۔ ان پیغمبروں علیہم السلام میں کئی نام تاریخ انسانی میں محفوظ ہیں اور آسمانی کتابیں بھی ان کا تذکرہ کرتی ہیں ان پیغمبروں میں آخری اور بڑے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پھر ــــــ اس حقیقت سے بھی نظر چرانا ممکن نہیں کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے پیدا فرمائی ہے اور انسان یہاں ہر لحہ آزمائش سے دوچار ہے۔ یہ آزمائشیں ہر چہار طرف سے انسان پر وارد ہوتی رہتی ہیں اور مختلف فتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ انہیں مشکلات میں عقل و فطرت کی رہنمائی اور آسمانی ہدایت کی روشنی میں صحیح راستہ اختیار رتلاش کرنا ہی انسان کی کامیابی ہے۔ ہر دور میں فتنے سامنے آتے رہے ہیں اور انسان اپنی اپنی سوچ اور کردار کے مطابق کامیاب اور ناکام ہوتے رہے ہیں۔

آج کا دور ــــــ تجرباتی علوم کے عروج کا دور ہے اور انسانی ترقی نے انسان کے لئے مادی آسائشوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں۔ انسان آخرت سے منہ موڑ کر دنیاوی زندگی حقیقت کی بجائے ظواہر اور اللہ کی بجائے کائنات کی بحث میں اُلجھا ہوا نظر آتا ہے۔ حقائق نظروں سے اوجھل ہیں مغربی مادّی فلسفے انسان کو شرف انسانی سے محروم کر چکے ہیں اور انسان ایک اعلیٰ اور اشرف مخلوق سے گر کر حیوان اور BEAST بن چکا ہے۔ یقیناً ــــــ جو عالمی فتنہ آج کے اس دور میں انسان کے لیے آزمائش اور گمراہی کا ذریعہ بن چکا ہے وہ تاریخ کا سب سے بڑا فتنہ ہی ہے۔

الدّجال ــــ خدائی کا دعویدار

آسمانی ہدایت کے علمبردار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کو نفسانی خواہشات اور دنیوی مفادات سے ہٹا کر آخرت کی کامیابی کی طرف گامزن کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔ ہر دور میں مختلف فتنوں کی نشاندہی کرتے رہے ہیں اور ان فتنوں سے بچاؤ کے طریقے بھی تلقین کرتے رہے ہیں اور انسان کو اپنے رب سے مدد مانگنے کی تلقین کرنے کے لئے دعائیں سکھاتے رہے ہیں اور ہر نبی علیہ السلام اپنے دور میں اس بڑے فتنے 'فتنۂ دجال' سے خود بھی پناہ مانگتے رہے ہیں اور اپنی اُمت کو بھی اس فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے شر سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا وَصَفَ الدَّجَّالَ لِاُمَّتِہٖ، وَ لَاَصِفَنَّہٗ صِفَۃً لَمْ یَصِفُھَا أَحَدٌ کَانَ قَبْلِی: اِنَّہٗ أَعْوَرُ، وَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیْسَ بِأَعْوَرَ (مسند احمد، عن سعد رضی اللہ عنہ)

''ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی اُمت کو دجال کی کوئی صفت بیان نہ کی ہو اور میں تمہیں اس کی ایک ایسی صفت بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی کہ وہ (دجال) کانا ہے اور اللہ عزوجل کانا نہیں ہے۔''

گویا یہ معین شخص دجال خدائی کا بھی دعویٰ کرے گا۔ اعاذنا اللّٰہ من ذالك

یہ بات زیادہ وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا میں فرعون اور نمرود خدائی کے دعویدار گزرے ہیں اور ایسے دعویدار یوں تو ہر دور میں ہوتے ہیں تاہم قرآن مجید سورۃ الزخرف میں فرعون کے خدائی دعویٰ کی وضاحت کرتا ہے کہ اس کا دعویٰ یہ نہیں تھا کہ آسمان و زمین میں نے بنایا ہے بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ 'مصر' کے وسائل اور زرعی رقبہ میرے پاس ہے میں اس کا مالک و حاکم ہوں اور لوگ میری رعیت (تابع) ہیں لہٰذا سب کو میرا 'حکم' ماننا چاہیے یہ نہیں ہوسکتا کہ لوگ میری رعیت ہوں ــــ میں کوئی حکم دوں اور لوگ جواب میں کہیں کہ اللہ کا یہ حکم ہے یا اللہ کے رسول کا یہ حکم ہے، میں یہ سننے کو تیار نہیں ہوں لوگوں کو میرا حکم ماننا ہوگا یہ خدائی کا دعویٰ ہے۔ غیر اللہ کی غیر مشروط اطاعت یعنی سیاسی اطاعت اس معنی میں آج بھی بہت سے فرعون ہیں بلکہ ہر انسان

اپنے نفس کی گہرائیوں میں دیکھے تو یہی جذبہ ہر انسان کی سرشت میں ہے اسی جذبے کو اپنی حدود میں رکھنا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا' ایمان کا حاصل ہے۔ ذاتی سطح پر غلطی ہو جائے تو توبہ کا راستہ کھلا ہے اللہ معاف کرتا ہے۔ جب سرکشی کا جذبہ پروان چڑھ کر اجتماعی سطح پر پھیل جائے تہذیبی برتری، سائنسی ترقی، مادی وسائل کی بہتات کی موجودگی میں کسی قوم کا سربراہ باقی قوموں کو اپنے ماتحت کرنے کا فلسفہ تراش لے اور اپنے NEW WORLD ORDER کا اعلان کر دے تو یقیناً یہ دور حاضر کی فرعونیت ہے اور خدائی کا دعویٰ ہے۔ اس تہذیب حاضر کا کوئی نمائندہ ـــــ 'الدجال' ہوگا جس کے ہاتھ میں بے پناہ وسائل، تباہی کے اسباب، مصنوعی بارشوں زلزلوں کے طریقے اور طاقت ہوگی جس کے ساتھ ساتھ وہ خدائی کا دعویدار بھی ہوگا اور باقی اقوامِ عالم کو اپنا محکوم بنائے گا۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے اپنی اُمت اور انسانیت کی رہنمائی و بھلائی کے لئے اس مجسّم فتنہ شخص 'دجال' کے شخصی اوصاف بھی واضح فرمائے ہیں اور اس ماحول کا بھی تذکرہ کیا ہے جس میں کوئی ایسا شخص کھڑا ہوگا ـــــ آج کا دور فتنۂ دجال کا دور ہے جس کی پہچان کے لئے اس مضمون کی پیشانی پر لکھی گئی حدیث مبارکہ میں دس علامات ذکر کی گئی ہیں اور دیگر فرامین رسالت میں مذکور ہیں۔ ان علامات کی روشنی میں اس شخص اور اس دور کو معین کرنا اور اس فتنے سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا اب ہر انسان کے بس میں آ گیا ہے۔ ذرا سی کوشش اور جذبہ صادق درکار ہے مشکل تو ہے بہر حال یہ کام ناممکن نہیں ہے۔

فتنۂ دجال...... ذرا ماضی میں جھانک کر دیکھیں

یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے اور ایک سلسلۂ اسباب و علل ہے جو ہر طرف کارفرما ہے ہر انسان کی آج کی صبح...... گزشتہ شام سے منسلک ہے۔ کل جہاں تک اپنے کام کیے تھے اور جہاں چھوڑے تھے...... رات گزار کر ہر انسان اور ہر قوم ان کاموں کو وہاں سے آگے لے جاتی ہے انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہی عمل جاری ہے اسی سے انفرادی ترقی اور اجتماعی عروج و زوال کی داستان وابستہ ہے۔ اسی سے خاندان حکومتیں، بادشاہتیں اور تہذیبیں اُٹھ کر چھا جاتی ہیں اور اسی سلسلۂ اسباب و علل سے یہی مقتدر بادشاہ، حکمران، مطلق العنان شہنشاہ اور ان کی تہذیبیں زوال

پذیر ہو کر فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہیں۔

آج انسانیت کہاں کھڑی ہے؟ یہ ہمارے گزشتہ کل سے پتہ چل سکتا ہے اور آئندہ کل انسانیت کا رُخ کدھر ہوگا؟ وہ ہمارا آج بتائے گا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانانِ ہند کی جو نسل 1910ء۔1930ء کے درمیان پلی بڑھی اس نے پاکستان بنا کر دکھا دیا، جو نسل 1950ء۔1970ء کے درمیان پلی بڑھی اس نے ملک میں 1990ء۔2010ء کے عرصے میں کردار ادا کیا ہے۔ جو کچھ ہمارے بچے ٹی وی کلچر سے پہلے سیکھتے تھے وہ 1990ء تک سامنے تھا۔ ٹی وی اور سینما پر سیکھ کر پروان چڑھنے والی نسل آج ملک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہے اور ٹی وی جو کچھ 2001ء کے بعد سکھا رہا ہے جب اس میں پروان چڑھی اگلی نسل سامنے آئے گی تو انسانی اخلاقی اقدار کا جو حُلیہ بنے گا وہ ذرا سے تأمّل سے سمجھا جا سکتا ہے۔

عالمی سطح پر یہی کچھ ترقی یافتہ قومیں اور تہذیبیں کر رہی ہیں۔ آیئے...... عالمی سطح کے حالات کو سمجھنے کے لئے تین مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے حالات کو دیکھتے ہیں کہ مستقبل قریب میں کیا ہونے والا ہے اور آج انسان کہاں کھڑے ہیں؟

موجودہ مغربی تہذیب...... 1300ء سے 2010ء تک

اسلام کی آمد اور مسلمانوں کے عروج کے دور میں باقی دنیا خوابِ غفلت کا شکار تھی۔ جہالت، اخلاقی پستی، راگ رنگ، بے حیائی، ظلم اور لوٹ کھسوٹ ــــــ مشرق سے مغرب تک سارے جہاں کا چلن تھا۔ اس میں صرف مسلم تہذیب وتمدّن ہی نگینے کی طرح چمک کر ساری دنیا کو منوّر کر رہا تھا۔ 1258ء میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ کر دیا اور سارا علاقہ روند ڈالا...... مگر یورپ میں ابھی بھی مسلمانوں کا اقتدار قائم تھا اور مسلم سپین (یا اندلس یا ہسپانیہ) پورے یورپ میں علم کا گہوارہ، ترقی کا مرکز، اخلاق، کردار، تہذیب، جہانبانی وحکمرانی کا جیتا جاگتا ہیرا تھا۔ برٹرینڈ رسل کے مطابق جب سارا یورپ اندھیروں اور جہالت میں گم تھا' مسلم سپین اس سے مستثنٰی تھا وہاں اس وقت بھی علم اور ترقی تھی اور رات کو SREET LIGHT کا اہتمام تھا سڑکیں اور گلیاں پختہ تھیں۔

ہر کمالے را زوال...... مسلمانوں کو زوال آ گیا تو یورپ نے جاگ کر علمی اور سائنسی سفر...... وہاں سے آگے شروع کر دیا جہاں مسلمانوں نے اسے چھوڑا تھا۔

1492ء میں سقوط غرناطہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے 1453ء میں مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ فتح کرا کے مشرق کی طرف سے یورپ میں اسلام کے لئے ایک 'شاہدرہ' بنا دیا تھا۔ یورپی اقوام کے اہل علم و دانش نے بوجوہ اپنے علمی سفر اور تہذیبی تعمیر و ترقی کی بنیاد اسلام دشمنی پر رکھی (یہ ایک الگ موضوع ہے) عیسائیت پہلے ہی تثلیث پر قائم تھی، علمی ترقی نے عقل پر لگے تالے توڑے تو عیسائیت کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں تقسیم ہوگئی۔ پروٹسٹنٹ فرقہ...... خدا...... پیغمبر...... آسمانی کتاب کو ماننے بغیر 'مذہبی' اور عیسائی تسلیم کیا جانے لگا جس سے مذہب اور دنیا کی تقسیم گہری ہوگئی۔ گویا ایک عام یورپی کی زندگی میں مسیحیّت کا رنگ نہایت پھیکا پڑتا چلا گیا۔

◐ دوسری طرف یورپی اقوام کی صنعتی ترقی کے ساتھ مضبوط ریاستیں وجود میں آئیں تو ایک خاص سوچ اور منصوبہ کے ساتھ 'ریاست اور مذہب' کا رشتہ بھی کاٹ دیا گیا۔ جس سے سارے ریاستی وسائل اور ان کا استعمال کسی اخلاق اور قانون سے آزاد ہوگیا۔ اخروی محاسبے کا تصوّر تو مذہب نے دیا ہے جب مذہب ریاست سے الگ ہوگیا تو ملکی اہل کار اور بادشاہ سے لے کر عام سرکاری ملازم تک سب ذاتی مفادات کے پجاری بن گئے۔

◐ پروٹسٹنٹ عیسائیت نے پوپ سے اپنے لیے سود حلال ہونے کا فتویٰ حاصل کر لیا۔ صنعتی ترقی کے جلو میں بینکنگ کا نظام وجود میں لا کر بے پناہ مالی وسائل پر ایک مخصوص سود خور طبقے کا قبضہ ہوگیا جو شکل سے انسان تھے مگر حقیقتاً وحشی درندوں سے بھی بدتر۔

ے از ربا آخر چہ می زاید ؟ فتن!
کس نداند لذتِ قرضِ حسن!

ے از ربا جاں تیرہ دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندہ بے دنداں و چنگ

ے ایں بنوک ایں فکر چالاک یہود
نور حق از سینۂ آدم ربود

- مذہب کی گرفت سے آزاد معاشرے (جہاں آسودگی اور خوشحالی بھی ہو) ویسے ہی (LIBERAL) آزاد ہوتے ہیں وہ کسی قسم کی خارجی پابندیاں قبول نہیں کرتے مغربی معاشروں میں بھی یہی سوچ پروان چڑھی جس نے فلسفوں اور نظریوں کی شکل اختیار کر لی۔ آسودہ حال طبقے کو 'من مانی' کرنے کے لئے ضمیر (CONSCIENCE) کی خلش سے گلوخلاصی کے لیے کوئی قانونی اور اخلاقی جواز درکار تھا...... وہ جواز مغرب کی شوریدہ مٹی سے اُٹھنے والے فلسفیوں کے نظریات نے فراہم کر دیا۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء نے انسان کو 'حیوان' ثابت کر دیا بس ذرا سے درجے اور کوالٹی کا فرق ہے۔ لہٰذا اخلاق، اقدار، لباس، رشتے، ماں بہن کی پہچان سب چیزیں آہستہ آہستہ ان معاشروں میں قصہ ماضی بن گئیں۔

میکڈوگل اور مارکس نے انسان کو کھانے پینے، خواہشات کی تکمیل اور دوسروں کو دھکا دے کر خود آگے بڑھنے کی ترغیب دے کر یورپ میں 'جنگل کے قانون' کا جواز فراہم کر دیا۔

فرائڈ نے انسان کو بس جنسی حیوان (حیوان محض) ثابت کر دیا جس سے انسان اخلاقی لحاظ سے جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا حیوانوں میں تو پھر بھی کچھ جبلی قانون ہے انسان نے ان 'جبلی' قوانین اور ضابطوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔

- مغرب میں سینما کی ایجاد نے فلموں کی داغ بیل ڈالی۔ بجلی، ریڈیو، ٹی وی اور کلر ٹی وی نے 'تفریح' اور گھریلو مشاغل کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ کیمرہ، کلر تصاویر، کمپیوٹر انٹرنیٹ نے رہی سہی کسر نکال دی۔ جس سے مغربی معاشروں کی دبی ہوئی بے راہ روی کو نئی جہتیں مل گئیں اور مغربی انسان بے حیائی کی ساری حدود پھلانگ گیا۔

- خدا بیزاری، خدا ناشناسی، آزادی، بے راہ روی نے سیکولرازم کے نعرے کے تحت انسانوں کو شرف انسانی سے محروم کر کے آسودگی تعیّشات کی فراہمی، بطن و فرج کے تقاضوں کی آزادانہ تکمیل کا مجسّمہ بنا دیا۔

- اس سارے فلسفے کا نام لبرل ازم ہے بظاہر بڑا دل خوش کن نعرہ ہے مگر گزشتہ نصف صدی کے سفر کے بعد مغرب اور امریکہ کے منصف مزاج لوگ اس سے بیزار ہیں اور انہیں راستہ نظر نہیں آرہا ہے کہ اب واپسی کا سفر کیسے طے کریں۔ امریکی اعلیٰ عدالت کے ایک جج نے

1998ء میں SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH لکھ کر مغربی معاشرے کی اخلاقی تصویر سامنے رکھ دی ہے۔ جہاں آزادی اور آزاد خیالی نے بے راہ روی میں وحشی جانوروں (WILDERNESS) کا سا روپ دھار لیا ہے اور امریکی معاشرہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے سے انجام کی طرف تیزی سے لڑھکتا جا رہا ہے۔

مغربی تہذیب کی ایک دوسری سمت (DIMENSION) یونانی فلسفہ ہائے حیات کا احیاء ہے اور 2000 سال قدیم رومی بادشاہوں (جو دراصل یونانی الاصل ہی تھے) کا قانون اور طرزِ حکومت اختیار کر لینا ہے۔ رومی بادشاہوں کا ظلم اور اپنے مخالفین اور باضمیر لوگوں کا قتل، ایذا رسانی اور تشدد دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج بھی آپ انٹرنیٹ پر TORTURE کے حوالے سے SEARCH کریں اور رومی بادشاہوں کے طور طریقے اور یورپی استعمار کے ہتھکنڈے تلاش کریں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے شاید آپ پر سکتہ طاری ہو جائے۔ صنعتی ترقی کے ذریعے حاصل کردہ طاقت اور وسائل کے ساتھ یہ ظلم کی انتہا تھی کہ جس کے ذریعے یورپ نے چند صدیوں قبل دنیا پر سراسر 'ناجائز' قبضہ کر لیا تھا۔ یہی ظالمانہ مزاج یورپی حکومتوں میں آج بھی 'گوانتانامو بے جیل' اور عراق کی 'ابوغریب' کی جیل میں روا رکھا گیا ہے اور اس کی مثالیں آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔

یونانی فلاسفہ کے غیر انسانی فلسفے اور مطلق العنان بادشاہوں کو خوش کرنے والے عیاشی و بدمعاشی کے نظریات جہاں اخلاق، مذہب، آخرت، آسمانی ہدایت کا کوئی دخل نہ ہو......اسی کا دوسرا نام یونانی فلاسفی ہے۔ یورپی مفکّرین اور منصوبہ سازوں نے یہ فکر اس لئے اختیار کر لیا اور ان فلسفوں کو فروغ دیا کہ اس سے ہی ان کے من گھڑت اور بے راہ روی کے منصوبوں کو فروغ مل سکتا تھا۔ ایک معاصر جریدہ میں یونانی فلاسفہ کے اخلاقی کردار کا ایک نقشہ شائع ہوا ہے ذرا ملاحظہ ہو:

''یونانی اخلاقیات کے گھناؤنے پہلو

یونان ایک طرف حکمت و فلسفہ کا معلّم تھا تو دوسری طرف بداخلاقی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی غرق تھا۔ عصمت فروشی یونانی مذہب کا جزو بن گئی تھی۔ محبّت کی دیوی' ایفروڈائٹ کے مندر کی پجارنیں بدکار عورتیں تھیں۔ مشہور نقاش پرکزتیلس نے اپنی

آشنا' فرائنی کا بت تیار کر کے اپالو کے مندر میں رکھ دیا تھا۔ دعوتوں میں کنیزیں مادرزاد ننگی ہو کر مہمانوں کو کھانا کھلانے آتی تھیں۔ مردوں میں خلافِ وضعِ فطری بدکاری عام تھی۔ رواقیہ اخلاقی فلسفہ کا بانی زینو اس لت میں مبتلا تھا۔ مشہور نقاش ایپلس نے سکندرِ اعظم کی معشوقہ لائس کا مجسّمہ بناتے ہوئے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ سکندر کو خبر ہوئی تو اس نے بلاتکلّف اپنی معشوقہ ایپلس کے حوالے کر دی۔ سپارٹا میں قانون تھا کہ بوڑھے مرد کی جوان بیوی کسی جوان کو دے دیجاتی تا کہ مضبوط نسل پیدا ہو سکے۔ 'عظیم فلسفی' ارسطو کا قول تھا: ''یونانیوں کیلئے غیر ملکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ واجب ہے جو وہ حیوانات کے ساتھ کرتے ہیں'' چنانچہ سکندر اعظم نے لبنان کے شہر صور (ٹائر) میں بیس ہزار آدمی پکڑ کر قتل کرا دیے اور تیس ہزار غلام بنا کر بازاروں میں فروخت کر ڈالے۔ (اردو ڈائجسٹ جنوری 2011ء)

مزید برآں

- مغربی معاشروں میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت آزادی، سیکولرازم اور لبرل ازم کو فروغ دیا گیا اور اخلاقی قدروں کو کچل ڈالنے کی حد تک ختم کر دیا گیا۔ اخلاقی قدروں کے خاتمے کا نام ہی انسانیت کے مقابلے میں حیوانیت ہے اسی کا دوسرا نام BEASTALITY یا سراپا 'وحشی' ہونا ہے۔

مغرب میں 1960ء کی دہائی سے نظامِ تعلیم میں تبدیلیوں کے ذریعے MORAL LESS اور VELUE LESS سوسائٹی کے قیام کی راہ ہموار کی گئی اور اب تک اس نظامِ تعلیم سے دو نسلیں پروان چڑھ کر مغربی ممالک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اسی MORAL LESS سوسائٹی کے اثرات ہیں کہ وحشی درندوں جیسا ظالم معاشرہ اگر دنیا میں دیکھنا ہو تو وہ یورپی حکومتیں، ان کے کارندے، اہل کار، ایجنسیاں اور مشیر وزیر ہیں۔

- آج کے مغربی معاشروں کی حالت زار کے بارے میں جرمن فلسفی NETSHIE نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر یورپی معاشرے اسی طرح بے لگام آگے بڑھتے رہے جبکہ مذہب کی کوئی گرفت نہ ہو تو...... یہ معاشرے جلد یا بدیر درندوں کے معاشرے (BEASTS) پیدا کریں

گے۔ یورپی معاشروں کا مثالی 'انسان'......ایک ایسا انسان ہے جو ظلم و تعدّی، بے راہ روی، جنسی اختلاط میں سراسر حیوان ہی ہے۔

مغربی معاشروں میں ایک اقلّیتی گروہ ZIONS ہیں جو یہودی یا بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ ہے تو ایک اقلّیت (MINORITY) مگر وسائل کے اعتبار سے بڑا موَثر اور منصوبہ بندی کے لحاظ سے بھی بڑا دوراندیش ہے اس یہودی گروہ کے خون میں 'قتل انبیاء' کا جرم اور دین و مذہب کی دشمنی کا عنصر بھی شامل ہے۔ یہ طبقہ مغربی معاشروں میں اقلّیتی حیثیت کے باوجود بڑا موثر ہے۔ امریکہ، فرانس، جرمنی، برطانیہ غرض ہر جگہ تمام منصوبوں اور پالیسوں کے پیچھے درپردہ اسی گروہ کا ہاتھ ہے۔ اگرچہ مختلف ملکوں سے یہ بار بار نکالے بھی گئے ہیں اور ان کے اپنے قول کے مطابق (نہ معلوم اس میں کتنا سچ ہے؟) جرمنی کے ہٹلر نے 40 لاکھ سے 60 لاکھ یہودی دوسری جنگ عظیم میں ختم کر دیے تھے جسے وہ HOLOCAUST کہتے ہیں۔

عام معاشروں میں انسان بے راہ روی اختیار کرتا ہے مگر اس کو مذہب، خدا، آخرت، اور ضمیر کا ایک غیر مرئی خوف ہوتا ہے اور وہ ایک حد سے آگے جانے سے ڈرتا ہے۔ مگر یہ یہودی طبقہ......ZIONS اس معاملے میں خدا بیزار واقع ہوئے ہیں۔ قتل انبیاء ان کا 'پیشہ' رہا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے دشمنی اور جنگیں کر کے پٹنا اور ذلیل ہو کر رسوا ہونا انہی کا مقدّر تھا مگر پھر بھی باز نہیں آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھوا دینا ان کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا پھر بھی مذہبی گروہ کہلاتے ہیں۔

آج کی مغربی تہذیب میں اس گروہ کے......اس دین دشمن، خدا بیزار اور ابلیسی کردار کا بھی حصّہ شامل ہے۔ لہٰذا آج کے مغربی معاشرہ کے 'مثالی' اور IDEAL انسان کے خدّوخال (SALIENT FEATURES) سامنے لائے جائیں تو ــــــ وہ یہ ہیں:

- بے ضمیر (MORAL LESS) انسان
- اعلیٰ انسانی اقدار سے عاری (VALUE LESS) انسان
- کھانے، پینے، دیکھنے، سننے، جنسی اختلاط میں آزاد خیال انسان
- روشن خیال......لبرل......سیکولر انسان

- مذہب دشمن......دین دشمن انسان
- وحی بیزار، انبیاء ورُسل علیہم السلام سے ذاتی بغض و بیر رکھنے والا (ANNOYED) انسان
- ظالم......وحشی، درندہ انسان
- لباس سے عاری، شرم وحیا سے خالی انسان
- رشتوں کی تمیز سے بے نیاز انسان

قارئین کہیں یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے بلا وجہ مغربی انسان کی ایک 'انتہا پسند' قسم کی نقشہ کشی کر دی ہے۔ براہِ کرم اطمینان رکھیں ہمارے اخلاق اور زبان کے الفاظ اتنی ہی اجازت دیتے تھے جو ہم نے اس مغربی معاشرہ کی اکثریّت کے لیے استعمال کر دیے ہیں ورنہ ان کی حالت تو اس سے کہیں زیادہ خراب ہے جس کے بیان کی ہماری زبان وقلم متحمّل ہی نہیں ہو سکتی۔ (ان کی بھی نہایت محدود اقلیّت کا باضمیر ہونا یقینی ہے اور کوئی معاشرہ بھی اچھے لوگوں سے سراسر خالی نہیں ہو سکتا مگر بات تو غالب اکثریّت اور 99% لوگوں کی ہے۔ عربی محاورہ ہے "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" (اکثریت 'کل' کے حکم میں داخل ہے) اور "اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ" (نادر الوقوع تو معدوم ہی کے درجے میں ہوتا ہے۔)

غیرت کے قتل امریکہ میں بھی ہیں 'حرامی بچہ' ہونے کا طعنہ وہاں بھی ہے اور 'حرامی' گالی بھی ہے مگر اس کے باوجود آج مغربی اور امریکی معاشرے کا کیا حال ہے۔ یہ قیاس کر لیجیے۔

1998ء میں امریکی (کھلنڈرے) صدر کلنٹن نے کہا تھا کہ 50% امریکیوں کو اپنے باپ کا نام معلوم نہیں ہے۔ قارئین غور کریں 1998ء سے اب تک یہ گراف کہاں پہنچ چکا ہوگا۔ یقیناً صدر امریکہ نے اس وقت میں معاملہ ذرا UNDERESTIMATE کیا ہوگا آج تو 90% سے زیادہ کا معاملہ ویسا ہی ہوگا جو کہ صدر نے کہا تھا۔ اسی کا مظہر ہے کہ امریکہ اور مغربی معاشروں میں سکول میں داخلہ، ڈومیسائل، ملازمت یا پاسپورٹ فارم میں سائل سے والد کا نام لکھنے کا خانہ نہیں ہوتا صرف والدہ کا نام پوچھا جاتا ہے۔

آج کے جمہوری دور میں حکمران وہی بنتا ہے جو اس قوم کا مجموعی مزاج ہوتا ہے۔ عام مثال ہے کہ دودھ بلوتے ہیں تو اس میں سے مکھن نکلتا ہے۔ جیسا دودھ ہوتا ویسا ہی مکھن

ہوگا۔ دودھ میں زہر ملا دیا گیا ہوتو وہ زہر زیادہ CONCENTRATED FORM میں اس مکھن میں ہوگا۔ اسی طرح جمہوری ممالک میں عمومی مزاج کے لوگوں میں سے ہی منتخب ہوکر 'عوامی مزاج' کا ایک نمائندہ حکمران بنتا ہے۔ پھر آج کی مغربی تہذیب عالمی اور گلوبل ہوگئی ہے اور مشرقی معاشرے بھی کم وبیش مغرب کے زیر اثر ہی ہیں اور یہی حیوانی تہذیب پوری دنیا میں چھائی ہوئی ہے۔

الدّجال

یہ دور 'دجّالیت' کا ہی دور ہے اور اخلاقی اقدار کے زوال کی انتہا ہے۔ میڈیا پر دھوکا ہے، سچی خبر کا تلاش کرنا مشکل ہے، بازار سے ایک نمبر چیز خرید کر لانا مشکل ہے دو نمبر چیز ہی ہاتھ لگتی ہے۔ لہٰذا عنقریب اس دور کا...... ایک ایسا عالمی لیڈر بھی ابھرے گا جو مغرب کے نظریات کا صدفی صد نمائندہ اور مصداق ہوگا اور یہی شخص...... ''الدجال'' کہلائے گا۔

مغربی معاشرے کی ساری ترقی اور ایجادات، فضا وخلا کی ساری معلومات، ابلیسی ہتھکنڈے اور ٹیکنالوجی کے سارے گُر اس کی جلو میں ہوں گے۔ HAARP اور اس کے راز اس کے پاس ہوں گے۔ وہ جہاں چاہے گا بارش برسا دے گا، جہاں چاہے گا خشک سالی پیدا کر دے گا، جس مردہ کو چاہے گا زندہ کر دے گا اور جس فوت شدہ انسان سے چاہے گا بات کرا دے گا۔ اس کے پاس 'جنّت' بھی ہوگی اور دوزخ بھی ہوگی جس سے عام انسانوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا...... مگر تمام اہل حق اور تمام باضمیر، بااخلاق، بااُصول، اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل انسان اس دجال کے فتنوں اور 'جال' WWW (WORLD WIDE WEB) سے محفوظ رہیں گے۔ یہ شخص وسائل رزق پر قبضے کی وجہ سے خدائی کا دعویٰ بھی کرے گا۔

دجّال...... شرّ محض وجود

یہ کائنات اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ہے اور اس میں حضرت انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور خیر وشر کا اختیار دیا ہے۔ خیر کی قوتیں بھی ہیں اور شر کی قوتیں بھی اسی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں۔ انسان کو خیر وشر کی طرف طبعی رجحان بھی دیا ہے اور مواقع بھی۔ خیر کی میلان کے ساتھ باطنی

سکون کو منسلک کر دیا ہے تاکہ انسان خیر کی پہچان کر سکے۔ دنیا میں انسانی تگ و دو اور جدو جہد کا صحیح اندازہ اور EVALUATION نہیں ہو سکتی ایک اور 'عالم آخرت' بنایا ہے وہاں پر انسان کو اس کے اس دنیا میں طرزِ عمل اور رویّوں کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ جو جنّت یا دوزخ کی صورت میں ہوگا اور وہاں انسان ہمیشہ ہمیش رہے گا۔

اس دنیا میں خیر ہے تو ایک جماعت خیر کی داعی اور علمبردار بھی ہے یہ حزب اللہ کہلاتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم، نیک صالح باضمیر مسلمان اور تمام اچھے انسان اسی جماعت میں شامل ہیں جبکہ اسی دنیا میں شریر لوگ بھی ہیں جو فطرت انسانی کے خلاف زندگی گزارتے ہیں ظلم و تعدّی، لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ، خدائی کے دعوے، عیاشی و بدمعاشی، حرام خوری وغیرہ ان کا شیوہ ہے۔ ان کے سرغنہ لوگ ہیں جن میں سے ایک شیطان اور ابلیس بھی ہے۔ یہ شیطان کی پارٹی اور حزب الشیطان کہلاتی ہے۔

دنیا میں انبیائے کرام علیہم السلام انسانوں میں خیر کا نمونہ تھے، اچھے لوگ بھی خیر کے علمبردار ہوتے ہیں ان میں کامل ترین انسان جو خیرِ مجسّم تھے رحمت للعالمین تھے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کے برعکس شریر باغی اور سب سے بڑا نافرمان شخص اتنا بڑا جتنا ابڑا بننا اس عالم میں ممکن ہے وہ 'الدجال' ہوگا اس کے ساتھ ساری ابلیسی اور شریر مافوق الفطرت جناتی قوتیں بھی ہوں گی جس سے لوگوں کو گمراہ بھی کر سکے گا...... اس کا وجود شرِ محض کی علامت ہوگا۔

الدّجال آج کے مغربی معاشرہ کے انسان نما حیوانوں میں مثالی 'حیوان'...... اخلاق سے عاری، شرم و حیا سے کوسوں دور، ظالم بے رحم اور جنسی بھیڑیا ہوگا اور یقیناً آج کے مغرب پرست انسانوں کا بھی آئیڈیل (IDEAL)۔ یاد رہے کہ آج کے مسلمان معاشروں کے مغرب زدہ مقتدر طبقات کا حال بھی اکثر و بیشتر مغربی معاشروں جیسا ہی ہے، فلسفہ ہائے حیات، LIFE STYLE اور آزادی میں بالکل یکساں ہیں۔

آیئے دوبارہ پیچھے کی طرف پلٹتے ہیں۔ اس شخص ''الدّجال'' کے بارے میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تفاصیل بتائی ہیں؟۔ قربان جایئے اس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے اس کی تفاصیل بھی بتائی ہیں اور اہل حق کو اس کے فتنے سے بچاؤ کے طریقے بھی تلقین فرمائے ہیں

......اور وہ تفاصیل یہ ہیں:

- پہلی روایت اس دجال کی پیدائش کے بارے میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں:

ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: تَلِدُهُ أُمُّهُ، وَهِيَ مَنْبُوذَةٌ فِي قَبْرِهَا، فَإِذَا وَلَدَتْهُ حَمَلَتِ النِّسَاءُ بِالْخَطَّائِينَ (الجامع الصغیر بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

''نبی اکرم ﷺ کے سامنے دجال کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دجال کو اس کی ماں اس حال میں جنے گی کہ اسے قبر میں ڈال دیا گیا ہوگا، جب دجال پیدا ہوگا (اس زمانے میں) عورتیں خطا کاروں سے حاملہ ہوں گی''

- یہ روایات اس شخص کے پہلی دفعہ ظاہر ہونے کے بارے میں ہیں:

الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا: خُرَاسَانُ، يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ (الترمذی، عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

''دجال مشرق کے ایک علاقے سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے، اس کی پیروی ایسے لوگ کریں گے جن کے چہرے ایسے ہوں گے گویا تہ بہ تہ لگی ڈھالیں ہیں''

الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا (مسلم، عن حفصہ رضی اللہ عنہا)

''دجال کا خروج ایک غصے سے ہوگا جو اسے آئے گا''

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي خِفَّةٍ مِنَ الدِّينِ، وَإِدْبَارٍ مِنَ الْعِلْمِ (مسند احمد)

''دین کی کمی میں اور علم سے روگردانی (کے زمانے) میں دجال کا خروج ہوگا''

- یہ روایات اس دجال کی ذاتی شناخت (IDENTITY) کے بارے میں ہیں:

الدَّجَّالُ قَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ وَ مَشَى فِي الْأَسْوَاقِ (مسند احمد)

''دجال کھانا کھائے گا اور بازاروں میں آئے جائے گا''

الدَّجَّالُ لَا يُولَدُ لَهُ، وَلَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ، وَلَا مَكَّةَ (مسند احمد عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

''دجال کی نہ اولاد ہوگی اور نہ وہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکے گا''

الدَّجَّالُ عَيْنُهُ خَضْرَاءُ كَالزُّجَاجَةِ، (مسند احمد عن اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ)

''دجال کی (ایک) آنکھ سبز ہوگی قندیل کی طرح''

اَلدَّجَّالُ مَمْسُوحُ الْعَیْنِ مَکْتُوبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ کَافِرٌ، ثُمَّ تَهَجَّاهَا ك ف ر یَقْرَؤُهُ کُلُّ مُسْلِمٍ (مسلم،عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

''دجال کی آنکھ مٹی ہوئی ہوگی، اس کی آنکھوں کے درمیان 'کافر' لکھا ہوگا یعنی یہ حروفِ تہجی ک ف ر۔ جسے ہر مسلمان پڑھ لے گا''

اَلدَّجَّالُ أَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُسْرَی، جُفَالُ الشَّعْرِ، مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ، فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ (مسلم عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)

''دجال بائیں آنکھ سے کانا، بہت بالوں والا ہوگا، اس کے پاس جنت اور دوزخ (کے مانند کوئی چیز) ہوگی، اس کی دوزخ (درحقیقت) جنت ہے اور اس کی جنت (درحقیقت) دوزخ ہے''

وُلِدَ الدَّجَّالُ اَعْوَرَ مَخْتُونًا مَسْرُوْرًا (الجامع الصغیر بحوالہ فردوس دیلمی)

''دجال پیدائشی طور پر کانا، مختون اور خوشحال ہوگا''

- یہ روایات اس دجال کے مختلف جگہوں کے اسفار کے بارے میں ہیں:

یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَهُودِ أَصْبَهَانَ، سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَیْهِمُ الطَّیَالِسَةُ

''اصفہان کے یہود میں سے ستر ہزار دجال کی پیروی کریں گے جنہوں نے سیاہ جبے (GOWN) پہنے ہوں گے'' (مسلم، انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

یَقْتُلُ ابْنُ مَرْیَمَ علیہ السلام الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ (الترمذی، عن مجمع بن جاریہ)

''حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بابِ لُد پر دجال کو قتل کریں گے''

متفرقات

مختلف احادیث میں اس دجال کے بارے میں مزید کئی معلومات اور شناختیں آئی ہیں۔ ان کا اجمالاً تذکرہ درج ذیل ہے:

(i) دجال کے پاس ایسی مہارت ہوگی کہ انسانوں کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر ان کو جوڑ کر زندہ کر دے گا۔

(ii) اس کی سواری ''دابۃ'' آج کی جدید VIP ہوائی جہاز جیسی سواری ہوگی جس کا ہر قدم (LANDING) مختلف ملکوں میں پڑے گا۔

(iii) جنگیں کرے گا۔ (iv) وہ شر کی علامت ہوگا۔

(v) اس کے پاس جدید تباہ کن ہتھیار ہوں گے جس سے عظیم تباہی آئے گی۔

(vi) اس دجّال کے دور میں مشرق وسطی کے تمام عرب (بشمول جزیرہ نمائے عرب) ہلاک کر دیے جائیں گے۔ البتہ دجّال مکّہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (جامع الترمذی)

(vii) وہ مسیح الدجّال یعنی 'جعلی مسیح' ہوگا۔ (viii) الدجّال ان کئی (30) دجالوں میں سے ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کریں گے جو کذاب ہوں گے۔

احادیث کے مضامین کا جائزہ

فرمانِ رسالت ﷺ میں جو تفاصیل اس دجّال کی وارد ہوئی ہیں ان کے مطالعہ اور غور و فکر سے درج ذیل ایک نقشہ ہے جو سامنے آتا ہے:۔

دجّال مشرق وسطی اور اس کے قریب کے علاقوں میں زیادہ وقت گزارے گا۔ وہ نبوّت کا دعویٰ کرے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام ہونے کا بھی۔ گویا اس دجّال کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہوگا جو انبیاء کرام علیہم السلام سے واقف ہوگا مگر ہوگا ان کا باغی اور نافرمان، یہ گروہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی سے بھی واقف ہوگا، ان کے رفع آسمانی اور عالم اسباب میں سولی کے واقعہ کا بھی قریبی جاننے والا ہوگا اور اس کا زخم خوردہ بھی پھر یہ شخص جھوٹا بھی ہوگا اور کذّاب بھی بدکردار بھی اور برائیوں کا مجسّمہ بھی۔ یہ دجّال ـــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے نیک سیرت انسان سے لڑائی لڑے گا اور مدّ مقابل ہوگا اور بالآخر بابِ لُدّ پر قتل ہو جائے گا۔ لُد (LYDA) یروشلم (موجودہ اسرائیل) کا قدیم شہر ہے آج کل اسرائیل کا بہت بڑا فضائی اڈہ (AIR BASE) ہے۔ جیسے پاکستان کی فضائیہ کا نام پاکستان ایئر فورس ہے اور اس کا مُخفّف PAF ہے اسی طرح اسرائیل کی ایئر فورس کا مختصر نام KFR ہے اور اُن کے ہر طیارے پر لکھا ہوتا ہے اور جس طرح ہر فوجی کی ٹوپی پر فوج کا نام اور علامت (INSIGNIA) کندہ ہوتا ہے اس طرح اس دجال کی سواری (دابۃ) اور خود اس کی آنکھوں کے درمیان ماتھے پر KFR کندہ ہوگا۔ KFR کو عبرانی (HEBREW)

زبان میں 'כפר' لکھا جاتا ہے جو عربی کے حروف 'ک ف ر' کی طرح ہیں اور اُن کے معنی بھی کفر کے بنتے ہیں۔

موجودہ اسرائیل کے ایک نمائندے اور سربراہ کے طور پر یہ الدجال اسرائیل کی ریاست کے منصوبوں کا حامی ہوگا اور وہ منصوبے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہیکل (جو کہ 0070ء سے مسمار ہو کر گرا پڑا ہے) کی سہ بارہ تعمیر کا بیڑا اُٹھائے گا اور اسرائیل کا عالمی سلطنت کے لئے ضروری اقدامات کا دعویٰ کرے گا۔ تاہم وہ دجال اپنے ان انسان دشمن اور ابلیسی منصوبوں پر عملدرآمد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔

دجال...... مکہ اور مدینہ کے مسلم مراکز کی طرف بڑھے گا مگر وہ خیر، انسان دوستی اور رحمت للعالمینی کے ان مراکز تک رسائی اور مداخلت حاصل نہیں کر سکے گا۔

الدجال کے دور میں ہونے والی ہولناک تباہی اُس جنگ کے نتیجہ میں ہوگی جو یہود کے بزعم خویش خدا کے چہیتے انسان ہونے، برگزیدہ مخلوق ہونے اور عالمی وسائل پر قابض ہونے کے دعووں کو پورا کرنے کے لیے لڑی جائے گی اور یہ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی پھیلی ہوئی، ہولناک، تباہ کن اور بدترین جنگ ہوگی۔ یہ جنگ صرف اور صرف دجال اور اس کے سرپرست یہودیوں یعنی صہیونیوں (ZIONISTS) کے سود خور، حرام خور، انسان دشمن، درندہ صفت اور انسان نما ابلیسوں کے ناپاک عزائم کے لئے لڑی جائے گی جسے انگریزی میں آرمیگاڈان (ARMEGADON)، احادیث میں الملحمة العظمیٰ اور المحلمة الکبریٰ، قرآن مجید میں بأسًا شدیدًا، جدید علمی دنیا میں تیسری عالمی جنگ (3RD WORLD WAR) اور علوم قرآنی میں بنی اسرائیلی کے بگڑے ہوئے گروہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب اور کفر کی پاداش میں انہیں کے ہاتھوں عذاب استیصال کی سزا پا کر یہودیت کے خاتمے کا نام ہے جس سے یہودیّت کا بیج ہی دنیا سے ختم ہو جائے گا...... نہ صرف یہ...... بلکہ اس جنگ کے اتحادیوں میں دجال کے حمایتی یہود کے پروردہ فرقے، سوسائٹیاں، کلب، حکمران اور ان کے مراکز بھی قصۂ ماضی بن جائیں گے۔

اس مکروہ انسان دشمن یہودی ابلیسی گروہ کی موجودگی میں ماضی قریب میں بھی...... آج

بھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں آخری یہودی کے جہنم رسید ہونے تک کسی خیر اور خیر کے اجتماعی نظام کے جڑ پکڑنے اور پروان چڑھنے کا کوئی امکان نہیں اس گروہ کے خاتمے کے بعد ہی دنیا میں امن سکون، عدل اجتماعی، اخلاق و کردار، شرم وحیا اور عصمت وعفّت کے اُصولوں کا دور دورہ ہوگا اور یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا مظہر اور مقصود فاطر فطرت ہے۔
اے اللہ ایسے دور بابرکات کو جلدی لا...... اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا فُرْجَۃً

ایک طویل پس منظر کے حامل اور عالمی سطح پر جاری دو ہزار سال سے زیادہ عرصے کے اس کھیل اور ڈرامے کا یہ ڈراپ سین ہوگا جس کا سب سے بڑا اور آخری کردار......الدجال ہوگا۔

یقیناً یہ حالات وواقعات اور الدجّال تاریخ انسانی کا سب سے بڑا فتنہ یعنی اخلاق سوز، حیا سوز اور ایمان سوز دور ہوگا جو اہل حق کے لئے ابتلاء وآزمائش کا زمانہ ہوگا۔ اہل حق پر بالعموم اور مسلمانوں کے لیے بالخصوص بہت ہی مشکل دور ہوگا۔ وسائل رزق کے دروازے بند کردیے جائیں گے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شرم وحیاء، عفّت وعصمت اور حلال کے ساتھ زندگی گزارنا ہاتھ میں انگارہ پکڑنے کے مترادف ہوجائے گا۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ طَعَامِ الْمُؤْمِنِينَ فِي زَمَنِ الدَّجَّالِ، قَالَ: طَعَـامُ الْمَلَائِكَةِ، قَالُوا: وَمَا طَعَامُ الْمَلَائِكَةِ؟ قَالَ: طَعَامُهُمْ مَنْطِقُهُمْ بِـالتَّسْبِيحِ وَ التَّـقْـدِيسِ، فَمَنْ كَانَ مَنْطِقُهُ يَوْمَئِذٍ التَّسْبِيحَ وَ التَّقْدِيسَ أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُوعَ، فَلَمْ يَخْشَ جُوعًا (مستدرک، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دجال کے زمانے میں اہل ایمان کی خوراک کیا ہوگی۔ فرمایا: فرشتوں والی خوراک ہوگی۔ پوچھا کہ فرشتوں کی خوراک کیا ہے؟ فرمایا تسبیح وتقدیس کے بول بولنا۔ لہٰذا اس وقت جس شخص کی زبان پر تسبیح وتقدیس ہوگی' اللہ تعالیٰ اس کی بھوک ختم کردے گا، پھر اس کو بھوک کا کوئی ڈر نہیں ہوگا''

آج کی نسل انسانی اسی فتنہ دجال کے دور سے گزر رہی ہے، آزمائش ہے تو صرف اہل ایمان کی جو حق پرست ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں آسمانی ہدایت کو مانتے ہیں اور مغربی افکار یعنی آزادی (LIBERALISM)، سیکولرازم، بے راہ روی اور بے حیائی کے

خلاف صف آرا ہیں۔ فتح یقیناً اہل حق کی ہے۔

آیئے ـــــــ اپنے ایمان کا ثبوت دیں اور آنے والے ان حالات میں ثابت قدم رہنے کا عزم کریں اور اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنے کی آرزو کے ساتھ زندہ رہنے کی دعا کریں۔ آمین یارب العالمین۔

آج کی عالمی طاقتیں اور مغربی معاشرے کس طرح دجّالیّت کے مظہر اور انسان دشمن ہیں اس کی ہلکی سی جھلک ان ملکوں کے 'قومی' نشان اور مختلف اداروں کے "INSIGNIAS" ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ناورن کمانڈ یوایس اے — یونانی ارتھوڈاکس — امریکی محکمہ دفاع

امریکی آرمی جنرل سٹاف — امریکن سنٹرل کمانڈ — یورپین کمانڈ

امریکی صدر کا نشان — امریکن نیوی

3

الدّابّة

دابّہ

انسانیّت کے محسن اور رحمت للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمانِ حق ترجمان میں قربِ قیامت کی دس علامات کا ذکر فرمایا ہے جس سے اہل حق اس دور کو پہچان سکیں گے۔ ان میں سے 'الدخان' کا اور 'الدجال' کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے، اب 'الدّابّہ' کا ذکر کیا جارہا ہے۔ ان سطور سے اس کے سوا کچھ مقصود نہیں کہ ہم مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں وقت کے تقاضوں کو پہچانیں اور جو کوئی سعید روحیں توبہ کرنے پر آمادہ ہیں مگر صحیح وقت کے انتخاب کے معاملے میں لیت ولعل سے کام لیتے ہوئے آج اور کل کا انتظار کر رہی ہیں ــــــ وہ آگے بڑھیں اور جلد توبہ پر آمادہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے اور آج کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

الدّابّہ......لغوی بحث

دبّ یدبّ (باب ضرب) رینگنا۔ ہاتھوں یا پیروں کے بل چلنا (مصباح اللغات)

الـدَّبُّ والـدَّبِيـبُ: مشـى خفيف، ويستعمل ذلك فى الحيوان، وفى الحشرات أكثـر، ويستـعمل فى الشّراب والبلى ونحو ذلك مما لا تدرك حركته الحاسّة، ويستعمل فى كلّ حيوان وان اختصّت فى التّعارف بالفرس،

الدَبّ اور الدبیب: آہستہ آہستہ چلنا۔ یہ لفظ زیادہ تر حیوانات اور حشرات میں استعمال ہوتا ہے۔ شراب اور بوسیدگی وغیرہ کے (جسم یا کپڑے میں سرایت کر جانے کے) لیے بھی بولا جاتا ہے، جن کی حرکت کا قوتِ حاسہ ادراک نہیں کرسکتی۔ یہ لفظ اگرچہ عرف میں گھوڑے کے ساتھ خاص ہوگیا ہے لیکن ہر حیوان کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِنْ مَّآءٍ﴾، ﴿و بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّة ﴾، ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾، ﴿وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِىْ الْاَرْضِ وَ لَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ

بِجَنَاحَیۡهِ ﴾،﴿وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ﴾۔

.... (مفردات الفاظ القرآن)

الدّابّہ کے معنی سواری کے بھی ہیں۔جس سے آج کی جدید سواریاں بھی تبعاً مراد لی جاسکتی ہیں۔

الدّابّہ کے بارے میں آیاتِ قرآنی

سورۂ نور میں ارشاد ہے:

وَ اللّٰهُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّةٍ مِنۡ مَّآءٍ فَمِنۡهُمۡ مَنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ وَ مِنۡهُمۡ مَنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی اَرۡبَعٍ یَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ O (45:24)

''اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سورۂ ہود میں ارشاد ہے:

وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا (6:11)

''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے''

ان آیات میں دابہ کی ان اقسام کا ذکر ہے جو ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دنیا میں پائے جاتے تھے ان کی شناخت عام انسان بھی کرسکتے تھے ان کے طور طریقے اوصاف اور رہن سہن کے انداز سے بھی یہ لوگ واقف تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں (دوابّ) کو پورے روئے ارضی پر پھیلا دیا ہے اور مختلف علاقوں کی خصوصیات کے حوالے سے ان علاقوں میں خاص خاص جانور بھی پیدا فرمائے ہیں۔مثلاً صحراؤں کے اندر'اُونٹ' پیدا کیا ہے جو صحراء کے موسموں کو خوب برداشت کرسکتا ہے اور اس ماحول میں زندہ رہ سکتا ہے۔اسی لئے لوگ اُسے صحرائی جہاز (SHIP OF THE DESERT) کہتے ہیں۔

سرد علاقوں کے خاص جانور ہیں ان کے بال ان کی کھال اور خوراک بھی صحرائی جانوروں سے بہت مختلف ہے۔قرآن پاک میں ایک ایسے جانور کا ذکر ہے جو نزول قرآن کے بعد ظاہر ہوگا اور اس کے خواص بھی اشارتاً بتائے ہیں:

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ O (82:27)

''اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا، اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے''

یہ جانور (دابہ) امکانی حد تک آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر قیامت سے پہلے تک ظاہر ہونا ہے۔ آج کا یہ دور قربِ قیامت کا دور ہے اور قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ایک حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت والی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو اکٹھے دکھا کر فرمایا کہ

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ (مسلم،عن انس رضی اللہ عنہ)

''مجھے مبعوث کیا گیا جبکہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں''

ایک اور فرمانِ حق ترجمان میں فرمایا ہے کہ میں آخری پیغمبر ﷺ ہوں اور تم آخری اُمت ہو (اس کے بعد قیامت ہی ہے)۔

گویا آج کا دور قرب قیامت ہی کا دور پُرفتن ہے جس میں طرح طرح کہ فتنے سر اُٹھا رہے ہیں اور اشراط الساعہ یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی جارہی ہیں حتیٰ کہ جب سب نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو بلا شک وشبہ قیامت کا ظہور ہو جائے گا۔لہٰذا ـــــــ قوی امکان ہے کہ یہ 'دابۃ الارض' ظاہر ہو چکا ہو۔قرآن مجید کے بیان میں تُكَلِّمُهُم کا لفظ ہے جس کے معنی باتیں کرنا بھی ہے اور زخمی کرنا بھی ہے۔

الدّابّة کے بارے میں احادیث مبارکہ

ہمارے پیغمبر نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے بھی 'الدابہ' کے بارے میں بہت سی

معلومات دی ہیں اور متعدّد احادیث مبارکہ میں ان کا تذکرہ ہے بعض احادیث طویل بھی ہیں یہ سب اس لئے کہ آپ کی دی ہوئی معلومات کے بعد آپ کی اُمّت قیامت کی اس اہم علامت 'الدابہ' کو بآسانی پہچان سکے۔

- تَخْرُجُ الدَّآبَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوسَى (ترمذی، عن ابی ہریرۃؓ)

"دابہ نکلے گا اور اس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہوگی"

- تَخْرُجُ الدَّآبَّةُ فَتَسِمُ النَّاسَ عَلَى خَرَاطِيمِهِمْ، ثُمَّ يَغْمُرُونَ فِيكُمْ حَتَّى يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْبَعِيرَ فَيَقُولُ: مِمَّنْ اشْتَرَيْتَهُ؟ فَيَقُولُ: اشْتَرَيْتُهُ مِنْ أَحَدِ الْمُخَطَّمِينَ (مسند احمد، عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

"دابہ نکلے گا تو لوگ اس دابہ کے ناک پر نشان لگائیں گے پھر یہ دابہ لوگوں کے پاس رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی الدابہ خرید کر لائے گا تو اس سے کوئی (حیرت سے) پوچھے گا کہ تو نے یہ دابہ کہاں سے خریدا ہے؟ وہ کہے گا نشان لگوا کر آنے والے آدمی سے"

- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: اِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّآبَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَ أَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرَى عَلَى اِثْرِهَا قَرِيبًا (مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یاد کی ہے جسے میں اب تک بھولا نہیں ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور 'دابہ' کا علیٰ رؤس الاشہاد لوگوں سامنے نکلنا ہے۔ الدابہ کئی مرحلوں میں سامنے آئے گا پہلے ایک ریلہ آئے گا اور جلد ہی اس کے بعد دوسرا ریلہ ظاہر ہوتا رہے گا"

- عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِي قَبْلَ أَنْ

تَفْقِدُونِی قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَامَ اِلَیْهِ الْاَصْبَغُ بْنُ نُبَاتَةَ، فَقَالَ: مَنِ الدَّجَّالُ یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ؟ فَقَالَ: یَا أَصْبَغُ، الدَّجَّالُ ....

......یَخْرُجُ مِنْ یَهُودِیَّةِ أَصْبَهَانَ عَلَى حِمَارٍ أَبْتَرَ مَا بَیْنَ أُذُنَی حِمَارِهِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا، مَا بَیْنَ حَافِرِهٖ اِلَى الْحَافِرِ الْآخَرِ مَسِیرَةُ أَرْبَعِ لَیَالٍ، تُطْوٰی لَهُ الْاَرْضُ مَنْهَلًا مَنْهَلًا، یَتَنَاوَلُ السَّمَاءَ بِیَدِهٖ، أَمَامَهُ جَبَلٌ مِنْ دُخَانٍ وَخَلْفَهُ جَبَلٌ آخَرُ، مَكْتُوبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ كَافِرٌ یَقْرَأُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، مَطْمُوسُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی، مَعَهُ جَنَّةٌ وَ نَارٌ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ، فَمَنِ ابْتُلِیَ بِنَارِهٖ فَلْیَقْرَأْ آخِرَ سُورَةِ الْكَهْفِ تَصِیرُ عَلَیْهِ النَّارُ بَرْدًا وَسَلَامًا، فَیُسَلِّطُهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلٰی رَجُلٍ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَیَقْتُلُهُ ثُمَّ یُحْیِیهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ثُمَّ یَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی ثُمَّ یَقُولُ: اِلَیَّ اِلَیَّ أَنَا الَّذِی خَلَقَ فَسَوّٰی وَقَدَّرَ فَهَدٰی، قَالَ عَلِیٌّ: كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ، أَكْثَرُ أَتْبَاعِهٖ وَأَشْیَاعِهٖ یَوْمَئِذٍ أَصْحَابُ الرِّبَا، الْعَشَرَةُ بِاثْنَیْ عَشَرَ، وَأَوْلَادُ الزِّنَا، یَقْتُلُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالشَّامِ عَلٰی عَقَبَةِ أُفَیْقٍ لِثَلَاثِ سَاعَاتٍ مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ عَلٰی یَدَیِ الْمَسِیحِ عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ، أَلَا وَبَعْدَ ذَالِكَ خُرُوجُ الدَّابَّةِ مِنَ الصَّفَا، مَعَهَا عَصَا مُوسٰی وَخَاتَمُ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوُدَ، یَرَاهَا أَهْلُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، تُنَادِی: اَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ، فَتَنْكُتُ بِالْعَصَا عَلٰی جَبْهَةِ كُلِّ مُنَافِقٍ فَتَكْتُبُ عَلٰی وَجْهِهٖ هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا، وَ تَخْتِمُ بِخَاتَمٍ عَلٰی جَبْهَةِ كُلِّ مُؤْمِنٍ فَتَكْتُبُ عَلٰی وَجْهِهٖ هٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا، اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَقُولُ: یَا كَافِرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَجْعَلْنِی مِثْلَكَ، وَحَتّٰی اِنَّ الْكَافِرَ لَیَقُولُ: یَا مُؤْمِنُ لَیْتَنِی الْیَوْمَ مِثْلُكَ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِیمًا، أَلَا وَبَعْدَ ذَالِكَ الطَّامَّةُ الطَّامَّةُ، ثُمَّ وَضَعَ رِجْلَهُ مِنَ الْمِنْبَرِ لِیَنْزِلَ فَقَامَ اِلَیْهِ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ كُلٌّ یَقُولُ: یَا أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ نَبِّئْنَا بِتَأْوِیلِ الطَّامَّةِ الطَّامَّةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ حَبِیبِی

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيمَانُهَا ثُمَّ قَالَ: اَلَا وَلَا تَسْأَلُونِي عَمَّا بَعْدَ ذَالِكَ فَاِنَّ حَبِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَهِدَ اِلَيَّ اَلَّا اُخْبِرَكُمْ بِهِ (السنن الواردة فی الفتن للدانی)

''نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر تقریر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور تین مرتبہ فرمایا: لوگو! مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھ لو اس سے قبل کہ تم مجھے نہ پاؤ۔ اصبغ بن نباتہ کھڑے ہوئے اور پوچھا اے امیر المؤمنین! دجال کون ہے؟۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:............ وہ اصفہان کے یہودیوں میں سے ایک ابتر حمار (مشینی سواری جس کی نسل نہ چلے گی) پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان (چوڑائی کے رُخ دائیں سے بائیں) چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہے اور اس کے ایک ٹاپ (LANDING) سے دوسری ٹاپ کے درمیان چار راتوں کے عرصے جتنا فاصلہ ہے۔ کرۂ ارض پر وہ کئی ٹاپوں کے بعد وہیں واپس آجائے گا۔ (کسی سفر پر) اس کے سامنے دھویں کا پہاڑ (کسی طاقتور بم سے ہونے والی تباہی کا منظر) ہوگا اور اس کے پیچھے ایک دوسرا پہاڑ (دھماکے کے نتیجے میں تباہی کا منظر) ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (سامنے کی نمایاں جگہ پر) کافر لکھا ہوگا (جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ک ف ر لکھا ہوگا اور یہ اسرائیل کی فضائیہ کا نشان ہے) جسے ہر مؤمن پڑھ سکے گا۔ اس کی داہنی آنکھ پچکی ہوئی ہے۔ اس کے پاس جنت اور دوزخ ہوگی اس کی جنت دراصل دوزخ ہے اور اس کی دوزخ دراصل جنت ہے جو کوئی اس کی دوزخ میں مبتلا ہو جائے اسے چاہیے کہ سورۃ الکہف کے آخر سے پڑھے اس طرح اس پر اس کی آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو اُمت محمد ﷺ کے ایک آدمی پر تسلط دے گا وہ اس کو قتل کرے گا پھر اس کو اللہ کے حکم سے زندہ کر دے گا پھر کہے گا کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں پھر کہے کہ گا میری طرف آؤ میری طرف آؤ میں نے ہی بنایا ہے اور درست کیا ہے اندازہ ٹھہرایا ہے اور راہ دکھایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا دشمن

جھوٹ بولے گا۔ اس کے اکثر پیروکار دس کے بدلہ بارہ لینے والے سودخور اور حرامی لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سہ پہر کے وقت ملک شام میں افیق گھاٹی پر قتل کردے گا۔ سنو! اس کے بعد صفا پہاڑ سے دابہ کا نکلنا ہے۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، مشرق ومغرب کے لوگ اس کو دیکھیں گے۔ وہ آواز دے گا "لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے" وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ ہر منافق کی پیشانی پر نشان لگا دے گا اور اس کے چہرے پر لکھ دے گا کہ یہ پکا کافر ہے اور انگوٹھی کے ساتھ ہر مؤمن کی پیشانی پر مہر لگائے گا کہ یہ پکا مؤمن ہے۔ مومن کہے کہ اے کافر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تجھ جیسا نہیں بنایا اور کافر کہے کہ اے مومن کاش میں آج تجھ جیسا ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرلیتا۔ اور سنو! اس کے بعد الطامہ الطامہ (بڑی مصیبت) ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر سے اترنے کے لیے اپنا پاؤں رکھا تو ان کے سامنے لوگوں کی گردنیں اُٹھیں ہر ایک کہتا تھا کہ اے امیرالمومنین! الطامہ الطامہ کے بارے میں ہمیں بتائیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔ سنو! اس کے بعد کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا کیونکہ میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں تمہیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں"

الدّآبۃ

ہر دور میں علم کی ایک سطح ہوتی ہے۔ آسمانی علوم (وحی واحادیث) کی معلومات و اشارات تو اپنی جگہ حتمی ہوتے ہیں مگر انسان جنہوں نے اپنے ذہن کے مطابق ان کا 'تصور' (CONCEPT) اپنے ذہن میں بنانا ہوتا ہے ان کے ذہن کا سانچہ اپنے ماحول کے علوم کی سطح اور ظروف واحوال سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے چار صدیاں پہلے الدابہ سے متعلق احادیث سے جو نقشہ کھینچا ہے وہ مظاہر حق سے یہاں درج کیا جارہا ہے:

''دابۃ الارض سے مراد عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہِ صفا و مروہ کے درمیان سے برآمد ہوگا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ اَخرَجنَا لَھُم دَآبَّۃً مِّنَ الاَرضِ کے ذریعے کیا گیا ہے۔علماء نے کہا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح، پاؤں اونٹ کی طرح، گردن گھوڑے کی طرح، سرین ہرن کی طرح، سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے۔اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہِ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے، یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی، تمام شہروں اور علاقوں میں اتنی تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کر کے اس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا۔ جہاں جائے گا ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے چھوئے گا اور اس کی پیشانی پر 'مؤمن' لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کے منہ پر کافر لکھ دے گا۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک دفعہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اور پھر آخری دفعہ آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد'' (مظاہر حق)

روایات کی تطبیق اور عصر حاضر کا ماحول

آج کا دور یقیناً قرب قیامت کا دور ہے اور قیامت کی نشانیاں کچھ ظاہر ہو رہی ہیں کچھ ظاہر ہو چکی ہے ہیں اور بعض ابھی پردہ غیب میں ہیں۔ مثلاً حدیث جبریل علیہ السلام میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وارد ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام نے انسانی صورت میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوال کیے جبکہ صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی، ان سوالوں میں ایک سوال یہ تھا کہ ''آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے'' جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''مسئول کاعلم سائل سے زیادہ نہیں'' پھر سوال کیا کہ...... فَأُخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا (اس قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجیے) جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ

یعنی اولاد (بالخصوص بیٹیاں) نافرمان ہو جائیں گی اور والدین پر ایسے حکم چلائیں گی جیسے والدین ان کے غلام ہیں۔ اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن رہنے والے تنگدست لوگ (جن کے پاس یک لخت بہت پیسہ آ جائے گا) اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے (یہ معاملہ آج امارات، مکہ، مدینہ، کویت وغیرہ میں آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے جہاں تیل کی دولت کی ریل پیل سے گزشتہ دو عشروں سے یہ صورت جاری ہے)۔

اَلــدَّآبَّة کا ذکر روایات میں بھی ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ قرآن مجید میں "دَآبَّةً مِّــنَ الْاَرْضِ" کے الفاظ آئے ہیں یعنی زمین میں سے، یا روئے زمین پر۔ جبکہ اصطلاحاً دَآبَّةُ الْاَرْضِ کے الفاظ زیادہ مستعمل ہو گئے ہیں جس میں دابہ کی اضافت زمین کی طرف کر دی گئی جس سے انسانی ذہن پھر زمینی مخلوق اور قدرتی جانوروں کی طرف آ جاتا ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ "دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ" کی روشنی میں احادیث کی تطبیق ہمارے ناقص ذہن کے مطابق کچھ یوں بنتی ہے کہ ہمارے نزدیک دابہ کے معنی سواری کے بھی ہیں اور آج کی مشینی سواریاں ہی خروج دابہ کے ذیل میں آتی ہیں۔ (اور یہ تطبیق کسی طرح بھی حرفِ آخر نہیں ہے اس پر اہل علم اپنی آرا سے نوازیں گے تو انہیں بھی انہیں صفحات میں جگہ دینے کی کوشش کریں گے)

جامع الصغیر کی حدیث جو حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کی تفاصیل یہ ہیں:

1۔ دابہ ظاہر ہوگا۔ 2۔ لوگ اس 'دابہ' کو خریدیں گے، بیچیں گے۔ 3۔ خریدنے والا اس دابہ کے ناک (سامنے کی نمایاں جگہ) پر اس کو نشان زدہ کریں گے (گویا گاڑی کی نمبر پلیٹ کی طرف اشارہ ہے)۔ 4۔ لوگ اس دابہ کو گھروں پر رکھیں گے، فخر کریں گے۔ 5۔ آپس میں لوگ پوچھیں گے کہ کہاں سے (کتنے میں) خریدا۔ 6۔ جواب دینے والا جواب دے گا کہ ایک آدمی اس کو نشان زدہ کروا کر لایا تو میں نے اس سے یہ 'دابہ' خرید لیا (گویا سیکنڈ ہینڈ گاڑی خریدی ہے)۔

7۔اس 'دابہ' کے ساتھ ایک سرکاری مہر شدہ (خاتم سلیمان علیہ السلام) تصدیق ہوگی۔ 8۔اس دابہ کے مالک کے پاس ایک عصائے موسیٰ علیہ السلام یعنی روٹ پرمٹ...... ڈرائیونگ لائسنس کے طرز کے جواز کے کاغذات ہوں گے۔

دوسری روایات میں 'الدابہ' سے متعلق مزید معلومات بھی ہیں۔الدابہ کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے (45:24) اس کی روشنی میں دو پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں، چار پہیوں پر چلنے والی گاڑیاں، رینگنے والی گاڑیاں (جیسے فوجی ٹینک اور بعض کرینیں اور دیگر مشینری) اُڑنے والی سواریاں (جیسے چھوٹے بڑے جہاز، ہیلی کاپٹر وغیرہ)، پانی میں چلنے والی سواریاں (سمندری جہاز، آبدوزیں وغیرہ)۔

- اسی طرح گاڑیوں میں ٹرک، ٹرالر، حکومتی گاڑیاں، ایمبولینس، پولیس کی چیکنگ والی گاڑیاں اور ٹریفک پولیس کی گاڑیاں وغیرہ وغیرہ۔
- اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ یہ 'سواریاں' یعنی الدابہ صفا پہاڑ کے نیچے سے نکلے گا آج سے دو عشرے قبل تک اس کا تصوّر ایک خیالی اور ماورائی تصور ہی ہوسکتا تھا۔حرم مکی کی حالیہ توسیع کے دوران جو زیر زمین سرنگوں اور سڑکوں کا وسیع نظام قائم کیا گیا ہے اس سے ایک سرنگ صفا پہاڑی کے قریب سے ہی نکلتی ہے اور اس سے ٹریفک جاری ہے۔
- دجّال' کے ظہور کے وقت اس کے پاس جو سواری ہوگی اس کی وضاحت رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ ہیں 'حمارٌ ابتر' ایسا گدھا (سواری) جس کی نسل نہیں چلے گی۔ہمارے نزدیک اس سے مراد جدید مشینی سواری (ہوائی جہاز وغیرہ) ہے جو فیکٹریوں میں بنتے ہیں عام حیوانات کی طرح نسل کشی سے نہیں بڑھتے۔(واللہ اعلم)
- قرآن پاک میں اس 'دابہ' کے بارے میں ہے 'تُکَلِّمُھُمْ'۔ تکلیم یا کلام کے معنی باتیں کرنا یا بولنا بھی ہے اور زخمی کرنا بھی ہے۔اس سے مراد ہے کہ یہ 'الدابّہ' لوگوں کو حادثات کے ذریعے زخمی بھی کرے گا اور اس 'الدابّہ' میں نصب شدہ آلات سے آڈیو وڈیو سے استفادہ بھی ہوسکے گا پھر فوجی گاڑیوں یا اہم گاڑیوں میں نصب شدہ وائرلیس سسٹم کے ذریعے لوگوں سے باتیں بھی ہوسکتی ہیں جیسے پولیس کی گاڑیاں ایمبولنس وغیرہ وغیرہ۔

- آپ ﷺ نے دجال کی مشینی سواری کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اوپر سننے کے آلات نصب ہوں گے جن سے وہ سنے گا اور ان (کانوں) کے درمیان فاصلہ چالیس ہاتھ (80فٹ یا اس کے لگ بھگ) ہوگا۔ آج کل یہ سواری ہوائی جہاز ہی ہوسکتا جس کے پروں پر مواصلاتی رابطے کے آلات نصب ہوتے ہیں۔

الحاصل ہماری ناقص رائے میں الـدابّـہ کے الفاظ جو اشراط الساعہ والی حدیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں ان سے آج اس قربِ قیامت کے دور میں مشینی سواریاں ہی مراد ہوسکتی ہیں، 'الدجال' بھی ایسی ہی کسی سواری پر آئے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری بھی ایسی ہی کسی جدید سواری پر ہوگی جس کی طرف احادیث میں واضح اشارے ہیں اور چودہ صدیاں قبل آج کے دور کی ترقی اور سواریوں کی تعبیر (زبان کی محدودیّت کے باوجود) اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں تھی جو آپ ﷺ نے فرمادی ہے۔ واللہ اعلم

پس نوشت

اوپر درج تفاصیل اہل سنّت کے تصوّرات کے مطابق ہیں۔ اہل تشیع کے تصوّرات میں 'الدّابہ' کے جو الفاظ وارد ہیں اس سے ان کی مراد ـــــ بالفعل ایسا جانور ہوگا جس کا دھڑ شیر کا ہوگا اور چہرہ انسانی شکل کا ہوگا۔ اس تصوّر کو عملی شکل میں ان کے اہل علم نے تصوّراتی شکل دے کر سامنے بھی رکھ دیا ہے۔ حبیب بینک لمیٹڈ کے سرکاری نشان (INSIGNIA) میں ایک شیر بنا ہوا ہے اور اس کا چہرہ انسانی شکل کا ہے اس پر ایک تلوار بنی ہوئی ہے اور اس پر مشہور عربی مصرعہ ''لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وَ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَّارِ'' بھی درج ہے۔

یاد رہے ان کے ہاں بعض روایات میں اس 'الدابہ' پر انسانی چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ حبیب بینک کے نشان پر درج مصرعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ حبیب بینک اور 'الدابہ' کا آپس میں کیا تعلق، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ابھی تک اس کی کوئی وضاحت سامنے نہیں آسکی۔ اہل تشیع کے ہاں یہ 'الدابہ' نکلے گا اور 'مومن' اور کافر کو نشان کرتا جائے گا یعنی اس طرح مخلصین اہل تشیع اور غیر اہل تشیع میں واضح فرق قائم ہوجائے گا۔ واللہ اعلم

4
طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا
سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

علاماتِ قیامت کے تذکرہ میں لسانِ حق ترجمان حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ــــــ چوتھی اہم علامت ہے۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں یہ بات پہلے بھی عرض کی گئی تھی اور اب اس بات کو بارِ دِگر بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا دورِ نبوّت و رسالت اپنے زمانے سے لے کر تا قیامِ قیامت ہے، آپ ﷺ اپنی حیات طیّبہ میں بھی روئے ارضی پر بسنے والے تمام انسانوں کی طرف نبی تھے اور آج بھی پوری نوعِ انسانی اور کرہٗ ارض پر بسنے والے ہر انسان کی طرف آپ کی بعثت ہے۔ مزید برآں آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں آپ کی شان رأفت و رحمت کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانہ مبارک اور حیات طیّبہ کے بعد آنے والے حالات و واقعات سے اُمّت کو آگاہ کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے قیامت تک کے حالات کی نقشہ کشی فرمائی، اس کی تفصیلات بتائیں، آنے والے ادوار میں فتنوں کا ذکر فرمایا، ان فتنوں سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ آبرومندانہ سرخروئی کا بھی ذکر فرمایا اور ضروری رہنمائی بھی فرمائی۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ احسان عظیم ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے اور قیامت تک کے زمانہ بعثت کی نزاکتوں کا ادراک کیا اور آپ ﷺ کے اس موضوع پر فرامین و خطبات اور تفاصیل کو روایت کیا ہے جسے ہمارے قابل قدر اسلاف نے اپنے قول و عمل اور تصنیفات و تعلیمات کے ذریعے ہم تک پہنچایا ہے۔

علاماتِ قیامت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے یا خود غور کرتے ہوئے یہ بات سامنے رہنی چاہئے کہ آپ ﷺ نے جو تفاصیل دیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنیں (اور بعد ازاں روایت ہو کر مختلف فقہی مسالک اور تدوین حدیث کے اماموں کے ذریعے ہم تک پہنچیں) وہ موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہیں تاہم زبان و بیان کی درج ذیل مجبوریوں کو

پیش نظر رکھنا ناگزیر ہے:

(1) ہمارے آقا نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے جو بھی واقعات و حالات علاماتِ قیامت (یا اسی قسم کے دیگر موضوعات) کے متعلق فرمائے وہ یقیناً 'مستقبل' کی بات تھی۔

(2) آپ ﷺ نے جو معلومات دیں یا تو حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے 'وحی خفی' قسم کی معلومات ہیں جن کا حتمی ہونا ہم اہلسنّت کے نزدیک ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

(3) بصورت دیگر واقعہ معراج کی تفاصیل کی طرح آپ ﷺ کو قرب قیامت کے ادوار کے حالات کا مشاہدہ کرایا گیا ہو اور آپ نے اپنے مشاہدات بیان کئے ہوں اس صورت میں بھی ایک پیغمبر علیہ السلام کے 'حواس' چاہے ظاہری ہوں یا باطنی وہ عام انسانی فہم سے یقیناً بہت بلند معیار پر ہیں۔

(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ حنانہ کے واقعہ کے بارے میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے

فلسفی گو منکر حنّانہ است ‍ ‍ ‍ از حواسِ انبیاء بیگانہ است)

(4) تیسرے درجے میں کسی واقعہ اور منظر کے مشاہدے کے بعد اس کی تفصیلات کا صحیح ادراک ہے۔ مستقبل کے معاملات کا الہامی ادراک ایک حقیقت ہے اور پیغمبر علیہ السلام کا الہامی ادراک بھی یقیناً ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے اور مثالی ادراک ہی شمار ہوسکتا ہے۔

(5) چوتھے درجے میں اس الہامی ادراک کا ___ بیان ہے۔ جہاں تک کسی منظر کی تفاصیل بیان کرنے کا تعلق ہے اس میں ادراک کی صحت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے جملہ تسلیم شدہ محاسن کا پایا جانا اس بیان کا حسن شمار ہوتا ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کا بیان یقینی طور پر فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ اُصولوں اور معیارات پر پورا اُترتا ہی ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ ﷺ کا بیان ___ ہی فصاحت و بلاغت کے فن کے اُصولوں کے لئے منبع اور سرچشمہ ہے جہاں سے یہ اُصول اخذ کئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ''اَفصح العرب'' تھے اور آپ کا کلام بلاشک وشبہ اور بلا تمثیل معجزانہ، حقیقت کا عکس جمیل اور جامع و مانع ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے خطبات و فرامین جوامع الکلم اور امثال کا درجہ رکھتے ہیں اور انسانی ذہن کے فطری سانچوں کے عین مطابق ہوتے ہوئے انسانی ذہن کو مسحور کر لینے اور گرویدہ بنا لینے کا بدرجہ کمال نمونہ ہیں۔

(6) کسی عصری اور رواجی یا فاصلاتی واقعہ کا بیان چونکہ سامعین کے ذہن اور معلومات کے مطابق ہوتا ہے لہٰذا ـــــ کسی بیان کرنے والے کو اپنا مدّعا سمجھانے کے لئے الفاظ کے انتخاب پر اور کسی مخصوص لہجے کو اختیار کرنے میں اضطراب نہیں ہوتا ـــــ جبکہ زیرِ گفتگو معاملات جو مستقبل سے متعلق ہیں جبکہ زمان و مکان کے تفاوت، عرف کے تفاوت اور انسانی تجرباتی علوم کی ترقی کے پہلو سے جب نئی نئی ایجادات و صنعت کا بیان مقصود ہو تو متکلّم کو دو طرح کے معاملات کا خیال کرنا پڑتا ہے۔

(i) ایک نئی باتوں کے بیان کے لئے نئی اصطلاحات کا اختیار کرنا جس کی گنجائش ہر زندہ زبان اور زندہ قوم میں بدرجہ اتمّ ہوتی ہے۔

(ii) سامعین کی ذہنی اور مشاہداتی سطح کو مدّنظر رکھنا کہ وہ کس حد تک مستقبل میں جھانکنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں۔

اس ضمن میں مستقبل قریب یا بعید کی انسانی ترقی یافتہ ماحول کا بیان کرنے میں متکلّم کے لئے ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ آنے والے حالات و واقعات کی منظر کشی ایسی مشکل، فہم سے بالاتر اور مافوق العادات کی قسم کی نہ ہو کہ سامعین اس کو صرف تخیّلاتی اور جنّ، بھوت اور پریوں کے دیش کے معاملات پر قیاس کرنے لگیں۔ بلکہ سامعین بھی محسوس کریں کہ اُن کے ذہن کے قریب ہو کر بات کی جارہی ہے اور وہ حالات و واقعات کو سمجھ رہے ہیں۔

(7) متکلّم کے لئے 'بیان' کے معاملے میں سامعین کو مطمئن کرنے سے بھی کہیں مشکل امر یہ ہوتا ہے کہ وہی 'بیان' جب ایک صدی، دو صدی یا دس بارہ صدیوں بعد آئندہ آنے والے دور کا انسان پڑھے گا یا سنے گا تو وہ بھی کسی درجے میں بیان کی تفصیلات اور نزاکتوں کو حقیقت سے اتنا دور نہ سمجھے کہ اس کے لئے اس کے اپنے دور میں موجود مشکل چیزوں کو ان الفاظ کے تحت لانا ناممکن ہو جائے۔

(8) اُوپر درج زمان و مکان کے فرق اور زبان و بیان کی مجبوریوں کے باوجود ابلاغ کا حق ادا کرنے کا ملکہ ایک ایسی خوبی ہے جو حضرت محمد ﷺ کو بدرجۂ کمال حاصل تھی آپ نے اس ملکہ کو موقع بہ موقع استعمال کرکے اس کا حق ادا فرما دیا ہے۔ (جزی اللہ عنا ھذا النبی الامی

محمدًا احسن الجزاء)

(9) ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ (فداہ آباؤ نا وامہاتنا) نے تو یقیناً صدیوں بعد کے واقعات، مناظر، ایجادات، صنعت، ظروف واحوال میں حیرت انگیز تبدیلی (جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں) کا ادراک بیان اور ابلاغ (COMMUNICATION) کا حق ادا کر دیا تاہم اسی بحث کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامعین نے ان باتوں کو سن کر کیا محسوس کیا؟ کیا آپ کے سامعین نے آپ کو FOLLOW کیا۔ ادراک حقیقت میں آپ ﷺ کے ساتھ SHARE کیا؟ آٹھ دس گھنٹے کے ایک خطاب میں کیا آپ ﷺ کے سامعین نے کوئی اکتاہٹ یا بوریّت محسوس کی۔ کیا زبان و بیان میں کوئی ایسی بات سامنے آئی جوان کے فہم سے بالاتر ہو جیسے انگریزی محاورہ میں کہتے ہیں SPEAKING OVER THE HEAD

ان سب پہلوؤں سے آپ ﷺ کے سامعین کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی منفی احساس نہیں پایا گیا اور نہ وہ روایت میں آیا۔

اس پر غور فرمائیں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ایک حد درجہ مشکل صورت حال میں جس کا صحیح صحیح ادراک صرف ایک پیغمبر علیہ السلام ہی کر سکتا تھا۔ اس پیغمبر علیہ السلام نے اس کی منظر کشی اور بیان اس انداز میں کیا کہ سامعین کرام رضی اللہ عنہم بھی محظوظ ہوئے اور اُنہوں نے ساری گفتگو میں ذہنی دلچسپی (MENTAL ATTACHMENT) محسوس فرمائی۔

حضرت محمد ﷺ کے سامعین یقیناً عام انسان نہیں تھے۔ اُن کا آئی کیو (IQ) اور ذہنی سانچہ ایک اوسط انسان سے کہیں بہتر تھا۔ بلکہ اگر بوجوہ ان اصحاب کی اکثریت کو ایک طرح کا GENIUS اور عبقری کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ خاص لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اُنہوں نے آپ ﷺ کا ہر حال میں ساتھ دیا وہ ''چنے ہوئے'' لوگ تھے اس لئے کہ

(i) خالق کائنات نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو نہایت اعلیٰ صلاحیّتیں دی تھیں اور ان کا ادراک نبوت (PROPHETIC VISION) بھی ختم نبوتؐ کے شایانِ شان اور سرتاجِ انبیاء علیہم السلام کے درجے کا تھا۔

(ii) آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو علاقہ منتخب فرمایا وہ بھی کسی ٹاس (TOSS) کے

نتیجے میں نہیں تھا بلکہ استحقاق کی بنیاد پر تھا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات، جدوجہد، الہامی شریعت اور اعوان وانصار کے ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنے والا مردم خیز علاقہ ہی اس کا اہل ہوسکتا تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کا مقام اولادِ آدم میں لائق رشک ہے۔ یقیناً بہت ساری انسانی خوبیاں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار تھیں جو ظاہری گمراہی کے باوجود اس علاقے کے لوگوں میں موجود تھیں۔ اس ''اُمت دعوت'' میں کئی پہلوؤں سے نہایت خالص اور منتخب روزگار وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کے دست وبازو بنے۔ (جزاهم الله عنا احسن الجزاء)

(iii) پھر ایمان سے ان کی صلاحیتوں کو جلا ملی بعد ازاں آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر آپ ﷺ کی تربیت نے ان اصحاب کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اوّلاً باصلاحیّت قوم (TALENTED PEOPLE) پھر آپ ﷺ کی تربیت اور قرآنی تعلیمات کا اثر کہ وہ انسانیّت کا حاصل (INTELLIGENTSIA) یا CREAM OF MAN KIND کا درجہ حاصل کر گئے اور اس پر مستزاد یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ پر دل و جان سے فدا ہوئے اور آپ کی انقلابی جدوجہد کا ہراول دستہ بن گئے اور یوں محبوبیّت خداوندی کا مقام پا گئے۔ (سورۃ الصّف آیت 4)

(iv) انہی روشن حقائق کا اعتراف اہل سنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت من حیث المجموع تمام اُمّت سے افضل ہے اور ساری اُمّت کے اولیاء کرام مل کر بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ ع یہ مقام اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

(10) اصحابِ محمد ﷺ (رضی اللہ عنہم) کی یہ مقدّس جماعت وہ سامعین تھے جنہوں نے صدیوں بعد کے حالات وواقعات کو سنا، سمجھا اور بیان کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے بارے میں بھی بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کے الفاظ کو یاد رکھا، مفہوم کو حتی المقدور ممکنہ حد تک قائم رکھا اور ان باتوں کو آگے بیان فرمایا۔

11۔ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے ادوار کے بارے میں خود لسان حق ترجمان حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (بخاری عن عمران رضی اللہ عنہ)

''میری اُمّت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے پھر وہ جو اس کے قریب ہے''

یقیناً قرونِ اولیٰ میں احکام شریعت اور عبادات کے معاملات کی طرح ان معاملات کا بھی وہ مفہوم عام تھا جو شریعت کا تقاضا تھا.........مگر بعد کے حالات میں جب اسلامی افکار پر زوال آ گیا تو اگرچہ اعمال میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ باقی رہ گئے مگر اعلیٰ ایمانی کیفیّات برقرار نہ رہ سکیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ علوم منقولہ کے طور پر وہ ساری تفاصیل اور قرآن وحدیث کے ساتھ اسلاف کا علمی ورثہ ہم تک پہنچا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

آج ہم پندرھویں صدی ہجری کے چوتھے عشرے میں زندگی گزار رہے ہیں اس عرصے میں بالعموم مگر گزشتہ دو صدیوں میں بالخصوص تجرباتی علوم کی ترقی سے سہولیات اور عام استعمال کی چیزوں میں انقلاب آ گیا ہے۔ سفر کی سہولتیں، مشینی سواریاں آج ہر شخص کی ضرورت ہے کوئی باحیثیت آدمی گھوڑے پر سوار تو شاید ہو جائے مگر گدھے اور خچر پر بیٹھنے کا تصوّر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح فون، ٹی وی، ابلاغ کے ذرائع، ریڈیو، موبائل فون، سیٹلائٹ، گوگل ارتھ اور انٹرنیٹ کے ذریعے علوم تک رسائی آج عام ہو چکی ہے۔

ان باتوں کا چودہ صدیاں پہلے تصور کرنا اور بیان کرنا ــــــ یقیناً جس درجے میں آپ ﷺ نے بیان فرمایا اس سے بہتر بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مزید براں ــــــ ابھی آئندہ وقت میں کیا نئی باتیں آنے والی ہیں اس کا آج ہم ادراک نہیں کر سکتے تو دس بارہ صدیاں پہلے ان کا کما حقہ ادراک اور یقین عام انسان کے لیے کیسے ممکن تھا۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں ہماری کوشش صرف یہ ہے کہ ہم قرآن وسنّت اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں دی گئی معلومات کو آج کے دور میں دوبارہ دیکھیں کہ ان کی تعبیرات آج کی کن کن چیزوں پر صادق آتی ہیں۔ جو بآسانی سمجھ آ سکیں فبہا ــــــ ورنہ یقین کرنا چاہیے کہ وہ باتیں ابھی پوری نہیں ہوئیں اور وہ علامات آئندہ آنے والے وقت میں ظاہر ہوں گی۔ واللہ اعلم

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

کرۂ ارض پر رہنے والا ہر انسان سورج چاند اور ستاروں کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کا

ایک نظام ہے جو ہمارے بڑوں اور بچوں کے مشاہدے کا حصّہ ہے اور اس نظام کا تسلسل ہمارے تحت الشعور میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کے خلاف بظاہر انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

رات دن کا بدلنا، سورج کا طلوع وغروب، چاند کی منزلیں، موسموں کا بدلنا، بارشیں، فصلوں کا نظام سارا اسی سورج اور چاند کے نظام سے منسلک ہے۔ چاند کی روشنی بھی سورج سے ہی مستعار ہے۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ایک مختصر سا جملہ ہے مگر اس واقعہ کی اہمیّت اور اثرات (IMPLICATIONS) کا تصوّر ہی بڑا خوفناک اور حیران کُن ہے۔

اس موضوع پر گفتگو کو آسان اور عام فہم بنانے کے لئے ہم اپنی گفتگو کو ترتیب سے نمبر شمار کے ساتھ پیش کرنے کا انداز اختیار کر رہے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی رہے۔

1 اِنَّ أَوَّلَ الْآیَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَ أَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرَى عَلٰى اِثْرِهَا قَرِیْبًا (مسلم، احمد، ابوداود عن ابن عمروؓ)

''قیامت کی ابتدائی علامات میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور 'دابہ' کا علیٰ رؤس الاشہاد لوگوں سامنے نکلنا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ظاہر ہوگی دوسری اس کے بعد جلد ہی ظاہر ہو جائے گی''

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کو قربِ قیامت کی ابتدائی علامات میں شمار فرمایا ہے اور اس کے ساتھ 'خروج الدّابہ' کا بھی تذکرہ ہے لہٰذا باقی اشراط الساعۃ سے پہلے یہی دو نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

2 سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے عمل کو سمجھنے کے لیے ہمیں نظامِ شمسی سے متعلق اپنی معلومات کو تازہ کرنا ضروری ہے تاکہ افہام وتفہیم کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

3 اللہ تعالیٰ نے ستاروں کا ایک جہان پیدا فرمایا ہے اور کائنات میں ان کو بکھیر دیا ہے اس وسیع وعریض دنیا میں فاصلے ناپنے کے لیے زمینی فاصلے ناپنے کے پیمانے ناکافی ہوتے ہیں روشنی کی رفتار کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ روشنی تقریباً تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرتی

ہے اور زمین کی گولائی کے گرد ایک سیکنڈ میں سات چکر لگا لیتی ہے۔ فضائی کروں کے آپس کے فاصلوں کے لئے روشنی کا سال پیمانہ بنایا گیا ہے یعنی یہی روشنی ایک سال میں کتنا سفر کرے گی بالفاظِ دیگر 300000 x 60 x 60 x 24 x 365 = 9461 ارب کلومیٹر فی سال۔ اور ہماری فضا میں کئی کُرّے ایسے ہیں جن کی روشنی ابھی تک زمین تک نہیں پہنچ سکی۔

4 ہمارا نظام شمسی سورج کو مرکز بنا کر 9 سیاروں پر مشتمل ہے اور تقریباً 6000 ملین کلومیٹر کے نصف قطر کے دائرے میں سورج کے گرد حرکت میں رہتے ہیں۔ ان میں سے زمین قربت کے اعتبار سے تیسرے نمبر پر ہے اور سورج سے فاصلہ 150 ملین کلومیٹر ہے۔ اور چوتھے نمبر پر مریخ ہے جو زمین سے 60 ملین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہمارا سارا نظام شمسی پوری فضا (SPACE) یا کائنات کا ایک چھوٹا سا کونہ ہے۔

5 زمین سورج کے گرد ایک سال میں ایک چکر مکمّل کرتی ہے اسی سے موسم بنتے ہیں اور ہم سالوں / مہینوں کا حساب لگاتے ہیں۔ 150 ملین کلومیٹر نصف قطر کے حساب دائرہ کا محیط نکالیں اور رفتار کا حساب لگائیں تو زمین اندازاً 30 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔

6 سورج کی کوئی زبردست کشش ہے جو تمام سیاروں بشمول زمین کو ایک خاص فاصلے پر قائم رکھے ہوئے ہے اور گرنے نہیں دیتی۔ اسی طرح کوئی مقناطیسی طاقت ہے جو زمین کو اپنے محور کے گرد حرکت دیتی ہے جس سے رات دن بنتے ہیں۔ خط استوا پر زمین کی رفتار تقریباً 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے جس کا ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا۔

7 عام آدمی اسے بہت آسان سمجھتا ہوگا مگر سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا ـــــ زمین کی گردش کا اُلٹا ہونے کے مترادف ہے اور اس سے پورا نظام متاثّر ہوگا اور زمین پر موسم، رہن سہن، رات دن، فصلیں، بارشیں، کاروبار ہر چیز متاثّر ہوگی اور دنیا کا ہر انسان اس تبدیلی کے براہِ راست زیر اثر آئے گا۔

8 سائنسدانوں کے نزدیک نظام شمسی کے تمام سیارے کسی نہ کسی موقع پر اپنی رفتار میں کمی کرتے ہیں اور نظری طور پر ان سیاروں کی حرکت الٹی ہونے کا بھی امکان موجود ہے۔

9 سائنسدانوں کے انکشافات اپنی جگہ ـــــ ہم مسلمانوں کے لئے مذہبی معاملات کے متعلق کسی حتمی رائے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کی سند درکار ہے۔ ایک فرمان میں آپ ﷺ نے زمین کی محوری گردش کے حد درجہ کم ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ دجّال کے تذکرے کے ساتھ آپ ﷺ نے زمین کی محوری گردش کا بھی نقشہ سامنے رکھا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ مَا لُبْثُہٗ فِی الْاَرْضِ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا، یَوْمٌ کَسَنَۃٍ وَ یَوْمٌ کَشَھْرٍ وَ یَوْمٌ کَجُمُعَۃٍ وَ سَائِرِ اَیَّامِہٖ کَاَیَّامِکُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَۃٍ اَتَکْفِیْنَا فِیْہِ صَلٰوۃُ یَوْمٍ قَالَ لَا! اُقْدُرُوْا لَہٗ قَدْرَہٗ

’’ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول اللہ! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن تک ۔جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینے کے، اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے عام دن کے برابر ہوں گے، (تو ہمارے دنوں کے حساب سے دجال ایک برس دو مہینے چودہ دن تک رہے گا)۔ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! جو دن سال کے برابر ہوگا اس دن ہم کو ایک ہی دن کی نماز کفایت کرے گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! تم اندازہ کر لینا اس دن میں بقدر اس کے (یعنی جتنی دیر کے بعد ان دنوں میں نماز پڑھتے ہو۔اسی طرح اس دن بھی اندازہ کرکے پڑھ لینا)‘‘۔

10 آپ ﷺ نے زمین کی رفتار سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس کی تشریح کچھ یوں ہے:

زمین خط استوا پر 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے اور کسی خارجی اثر سے اس زمین کی محوری گردش متاثر ہوجائے اور رفتار کم ہونا شروع ہوجائے تو پہلے انسان کو محسوس ہوگا کہ ہمارے رات اور دن کا عرصہ (24 گھنٹے) ہماری گھڑیوں کے حساب سے سات دنوں کے برابر ہوگیا ہے۔ پھر رفتا مزید کم ہوگی تو ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا ایک دن (رات اور دن) گھڑیوں کے حساب سے 30 دن کے برابر ہوگیا ہے اور مزید کم ہوتے ہوتے ہمارا ایک دن (رات اور دن) گھڑیوں کے حساب سے 365 دن کے برابر ہوگیا ہے۔ گویا

زمین کی محوری گردش بتدریج کم ہوگی اور ہم اپنے پیمانوں میں اسے ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے حساب سے محسوس کریں گے۔

11 جب زمین کی گردش اتنی کم ہوجائے گی کہ زمین ایک سال میں ایک چکر مکمّل کرے تو زمین کی یہ محوری گردش 1600 کلومیٹر فی گھنٹہ کم ہو کر صرف 4.38 کلومیٹر فی گھنٹہ رہ جائے گی تو ایک سال کا ایک دن بنے گا اور مزید کم ہو کر یہ صفر ہوجائے گی اور جلد ہی اُلٹا چکر کھانا شروع کردے گی اور دوبارہ زمین کی رفتار بڑھنا شروع ہوجائے گی۔

یہ وقت ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ نظری طور پر اس صورت حال کا واقع ہونا قرین قیاس ہے اور لسانِ رسالت ﷺ نے اسے دجال کی آمد کے ساتھ منسلک بتایا ہے جس سے فتنۂ دجّال کی اہمیّت اور ہمہ گیریّت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

12 آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (مسلم)

سیّدنا ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق (شر و فساد میں) دجّال سے بڑی نہیں ہے (سب سے زیادہ مُفسد اور شریر دجّال ہے)۔

کہ تاریخ انسانی میں دجّال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں اور ہر پیغمبر علیہ السلام نے اس فتنہ سے پناہ مانگی ہے۔ واقعتاً دجال کے ظہور کے زمانے میں مشرق وسطٰی سے دور دراز دیہاتی علاقوں کے لوگ اس کی آمد سے براہ راست بہت کم متاثّر ہوتے اور ان کے ذاتی تجربہ کی نوبت نہ آتی مگر اس دجّال کی آمد پر زمین کا رُک جانا اور پھر زمین کی گردش کا اُلٹا ہوجانا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ایسے ہولناک گھمبیر اور دل ہلا دینے والے واقعات ہوں گے کہ انسان اس دور کی ہولناکی کو محسوس کرے گا۔

13 زمین کی گردش اُلٹی ہو کر کچھ عرصے بعد پھر رُک جائے گی پھر زمین دوبارہ اپنی سابقہ روش کے مطابق معمول کی گردش پر آئے گی اور اُسے اُسی طرح سال مہینہ اور ہفتہ لمبے دنوں سے

گزر کر واپس معمول کی رفتار پر آنا ممکن ہوگا۔

14 کہا جا سکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ زمین کسی خارجی کُرّے یا سیارے کے مقناطیسی میدان میں آئے گی جو زمین کے مقناطیسی میدان (جس سے زمین کی محوری گردش وجود میں آتی ہے) سے زیادہ طاقتور ہوگا جس سے زمین کی گردش آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوگی پھر بہت آہستہ ہو کر رُک جائے گی پھر زمین اُلٹی حرکت کرنا شروع کر دے گی جب زمین کچھ عرصے بعد (جو اللہ ہی جانتا ہے) اس کرے کے مقناطیسی اثرات سے نکلے گی تو زمینی گردش رُک کر سیدھی ہوگی اور معمول پر آ جائے گی۔

15 اس طرح کا ایک واقعہ مریخ کے ساتھ گزشتہ سالوں میں گزر چکا ہے جسے انٹرنیٹ پر دیکھا جا سکتا ہے اور تفصیل پڑھی جا سکتی ہے (اس واقعہ پر مبنی ایک مضمون ہم نے ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور کے شمارہ 3 نومبر 2004ء سے ماہنامہ حکمت بالغہ کے ستمبر 2011ء کے شمارے میں بھی شائع کیا ہے۔)

16 یہاں تک بات تھی سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے واقعہ کے مشاہدات اور بیان کے ضمن میں PROPHETIC VISION کی جو یقیناً ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اب بات آتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادراکِ حقیقت کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کا پورا نقشہ ذہن میں بنایا (شاید آج کا عام انسان بھی فوراً ایسا نقشہ ذہن میں نہ بنا سکے) پھر اس کا ادراک کیا اس کی تفاصیل محسوس کیں اور پھر ایک سوال آپ ﷺ سے کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اچھا سوال نصف عقلمندی ہے۔ یقیناً سوال کا انداز ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی دلیل اور ان کی آپ ﷺ کے ہاتھوں مکمّل ذہنی وفکری تربیت کا آئینہ دار ہے۔ عرض کی ــــــ ارشاد فرمایئے ایک سال والے دن کی نمازوں کا کیا بنے گا۔ (یاد رہے کہ اُس زمانے میں ابھی گھڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور ہمارے زمانے کی طرح یہ سہولت ہر چھوٹے بڑے کو میسّر نہیں تھی) آپ ﷺ نے اپنے سامعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ عبادات معمول کے حالات کے مطابق اندازے سے ادا کر لینا۔ آپ وقت بتانے والے آلات اور الیکٹرانک گھڑیوں کا تذکرہ فرما دیتے تو ایک نیا ISSUE کھڑا ہو جاتا۔ لہٰذا ــــــ خاموشی اختیار فرمائی گئی آج ہمیں اس

مسئلہ کا حل گھڑیوں کی موجودگی میں نہایت آسان نظر آتا ہے۔

17 قیامت کی اس علامت میں جبکہ یہ علامت ظاہر ہوجائے گی دو پہلو عملی زندگی کو اس حد تک متاثر کریں گے کہ روئے ارضی کا کوئی انسان شاید ہی ایسا ہو جو اس سے متاثر نہ ہو۔ یوں یہ علامت قیامت اس قدر عام ہوگی اور ہر جگہ زیر بحث اور گفتگو کا موضوع ہوگی جس سے انسانیت اپنے رب، خالق، مالک، اخلاق و کردار، سزا و جزا کے بارے میں غور کرنے پر آمادہ ہوجائے گی اور دل گواہی دیں گے کچھ لوگ اس وقت توبہ کی طرف مائل ہوں گے مگر اس وقت توبہ قبول نہیں ہوگی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ـــــ قیامت کی اہم نشانی ہے لہٰذا ـــــ اس سے پہلے پہلے تو توبہ کی گنجائش ہے کہ اس میں 'غیب' پر ایمان لانے کا ایک پہلو موجود ہوگا مگر اس نشانی کے ظاہر ہونے پر تو ہر آدمی اس بات کی گواہی دے گا کہ واقعی خالق کائنات نے نظام زندگی کو ایسا ہلا کر رکھ دیا ہے اور ایسا انقلاب واقع ہوگیا ہے کہ کسی کو اس سے انکار کی مجال نہیں لہٰذا ـــــ اب توبہ نہیں ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلعَ الشَّمسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْه (مسلم)

''جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا''

گویا اس اہم واقعہ کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں جلدی اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے آمین۔)

18 اس واقعہ کا اوّلین مسئلہ جس سے ہر مسلم و کافر برابر متاثر ہوگا وہ یہ ہے کہ تمام انسان اپنے مکانات، رہنے کی جگہیں، بیٹھنے کے ڈیرے اس طرح بناتے ہیں کہ وہاں دھوپ چھاؤں کا خیال رکھا جاتا ہے سائے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو یہ سارا نظام اُلٹ ہوجائے گا اور جتنے عرصہ یہ صورت حال رہے گی۔ دھوپ چھاؤں کے معاملے میں ہر آدمی پریشان ہوجائے گا۔ انداز بدلنے پڑیں گے۔ بالفرض فجر کے بعد سائے میں آدمی چارپائی/کرسی پر دیر تک بیٹھنے کا عادی ہے تو وہ آدمی اب اس طرح سائے سے محروم ہوجائے غرض انسان اپنے گھر، دفتر، کارخانہ

ڈیرہ ہر جگہ اس واقعہ کے اثرات محسوس کرے گا اور اسی کی گفتگو ہر انسان کی زبان پر ہوگی۔

19 قیامت کی اس علامت کے ظاہر ہونے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس سے انسانی تمدّن، رہن سہن اور LIFE STYLE تک بدل جائے گا۔ وہ زمین کی محوری حرکت کا سست ہو کر ایک دن (24 گھنٹے) یعنی صبح سے شام تک اور پھر شام سے صبح تک کا سفر ایک سال کے برابر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اس اہم نشانی کے اثرات انسانی زندگی پر کیا ہوں گے وہ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں باقی ہر شخص اپنے انداز اور اپنے شعبہ زندگی کی باریکیوں کی روشنی میں خود تفصیلات طے کر سکتا ہے۔

20 زمین اپنی محوری گردش رات دن میں مکمّل کرتی ہے جواب ہم نے 24 گھنٹے شمار کر لئے ہیں اور گھڑیاں اسی اُصول پر مبنی ہیں سوئیوں والی گھڑی شمسی گھڑی کہلاتی ہے کہ یہ سورج کی حرکت اور سفر کے پیش نظر ہی بنائی گئی ہے پھر اس کی بدلی ہوئی شکل اب وقت کو بنیاد بنا کر اس کو ایک سکرین پر دکھا دیتے ہیں کہ اب یہ وقت ہے۔

21 جب دن رات کا یہ عرصہ آج کے ایک سال کے برابر ہو جائے گا تو دن رات کا یہ عمل یوں سمجھئے 365 دنوں میں مکمّل ہوگا۔ ہماری ڈیجیٹل وقت اور تاریخ بتانے والی گھڑیاں ایک سال کا عرصہ بتائیں گی مگر اس عرصے میں ظاہراً صرف ایک رات اور دن بدلے ہوں گے۔ یہ واقعہ انسانی زندگی کے معمولات میں انقلاب جیسی تبدیلیاں برپا کر دے گا۔

22 ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ نمازیں گھڑیوں کے مطابق 24 گھنٹے میں پانچ کے اعتبار سے ادا کرتے رہنا اور اسی طرح دفتری اوقات، دکانیں، کارخانے، کھیت کے کام غرض ہر چیز صرف وقت کے ساتھ ساتھ حرکت کرے گی۔

23 جیسا کہ آج کل بھی بعض ممالک میں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے یا قطب شمالی میں بعض جگہ 9 مہینے کی رات اور صرف تین ماہ کا دن ہوتا ہے یا اس کا عکس وہاں دفتری اوقات گھڑیاں دیکھ کر ہی طے پاتے ہیں۔ تاہم یہ علاقے اکثر سرد ممالک ہیں اور وہاں ویسے دن ہو تو بھی سورج نظر نہیں آتا وہاں لوگ گھروں میں ہی محصور ہوتے ہیں۔

جبکہ میدانی علاقوں میں جہاں زندگی تیز بھاگتی ہے اور ہر انسان بہت زیادہ حرکت میں

رہتا ہے وہاں مسلسل دن اور مسلسل رات یقیناً انوکھا تجربہ اور اعصاب شکن تجربہ ہی ہوگا۔

24 چھ ماہ کے دن اور چھ ماہ کی رات کا تصوّر کیجئے۔ گویا آج کل بارہ گھنٹے گذریں گے تو سورج فجر سے مغرب تک کا سفر کرے گا۔ وہی سفر اس وقت 180 دنوں میں ہوگا۔ گویا جیسے آج 4 منٹ میں سورج جتنا آگے بڑھتا ہے ہماری گھڑیوں کے حساب سے اس عرصے میں 24 گھنٹے گزر چکے ہوں گے۔ اور اس عرصے میں (گویا تقریباً ایک ہی جگہ رہے گا) ہمیں پانچ نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ سورج کے طلوع ہونے اور اشراق کا وقت آنے میں تقریباً ایک ہفتہ گذر جائے گا اسی ممنوعہ وقت میں ہم 35 نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء پڑھ چکے ہوں گے۔

مکّۃ المکرّمہ کے مشرق میں مسجدیں مغرب کی رُخ کر کے بنتی ہیں اور مغرب کے ممالک میں مشرق کی طرف قبلہ ہوتا ہے اور مسجدیں اس طرح سائے اور چھاؤں کے پیش نظر بنائی جاتی ہیں۔ سورج مغرب سے طلوع ہونے سے یہ سارا نظام بھی عارضی طور پر اُلٹ جائے گا اور لوگ اوپراہٹ محسوس کریں گے۔

25 اسی طرح رات کے اوقات میں 180 دن گذارنے ہیں رات میں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ادا ہوں گی۔ ماضی کی روایات اور تصوّرات عارضی طور پر بدل جائیں گے اور ہر آدمی کو ہر وقت ہوشیار رہ کر اپنی ذمّہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہوگا۔ اسی طرح زوال وغروب آفتاب کے وقت نماز اور سجدہ کی نوعیّت بھی ظاہراً بدل جائے گی۔

26 اسی طرح دن کے وقت چاند نظر نہیں آتا۔ مگر دن کے اوقات میں چھ ماہ گذر جائیں گے چاند نظر نہیں آئے گا۔ لہٰذا چاند کا حساب کتاب ''نظری'' اعتبار سے ہی طے ہوگا نہ کہ رویت بصری کی بنیاد پر۔

27 حج کی عبادت عین ممکن ہے آئے کہ دوپہر کے اوقات میں وہ مہینہ ہے اور حج کے ایام میں ملک عرب میں مسلسل دن کی کیفیّت ہے گرمی ہے سارے ارکان حج اور ان کی ادائیگی کا معاملہ ایک نئے انداز سے سامنے آئے گا۔

28 ماہِ صیام کا معاملہ بھی عجیب ہوگا۔ روزہ تو روئے ارضی کے اکثر ممالک میں جہاں مسلمان ہیں ایک انوکھا تجربہ ہوگا۔ جہاں فجر کے وقت یہ ماہ صیام آئے اور جتنا آج دو گھنٹے میں

سورج اپنی جگہ بدلتا ہے اتنی جگہ بدلنے میں پورا ماہ صیام گزر جائے گا۔کہیں یہ ماہِ صیام رات میں ہوگا کہیں دن میں کہیں فجر کے اوقات میں کہیں مغرب کے اوقات میں کہیں عصر کے وقت کہیں عشاء کے قریب کے اوقات۔اسی دوران روزہ کے معاملات سحری، افطاری اور تراویح جیسے تمام اعمال پورا مہینہ انجام پائیں گے۔عید کہیں رات کو آئے گی کہیں ظہر اور کہیں عصر کے بعد اور کہیں سحری کے اوقات میں۔

29 اسی طرح کارخانوں دفتروں کے معاملات ایک انقلاب اور تغیر کا شکار ہو جائیں گے۔ کہیں مسلسل دن ہی دن ہے کہیں مسلسل رات ہی رات ہے۔

انسان عام طور پر رات کو آرام کرتا ہے اور دن کو کام کاج میں مصروف رہتا ہے۔مگر اس دور میں یہ صورت حال یکسر بدل جائے گی یا تو لوگ اپنے آپ کو اس کا عادی بنالیں گے یا پریشان حال ہو جائیں گے۔

30 گھریلو مصروفیات کا یہی حال ہوگا کچن، کھانا پکانا وغیرہ کپڑے دھونے کے معاملات کہیں مسلسل دن میں ہیں کہیں مسلسل رات میں ہیں۔

31 غرض اس نشانی کے ظاہر ہونے پر اور یہ سال بھر کا واقعہ ہوگا ہر شخص اس سے براہِ راست متاثر ہوگا لہٰذا ہمارے لہجے، رویے، طور طریقے، سونے جاگنے کے اوقات، کھانے پینے کے معاملات ہر چیز بدل جائے گی۔

32 اس نشانی کے ظاہر ہونے سے ہماری زبان، محاورے اور الفاظ بھی بدل جائیں گے اور سابقہ محاورے جو سابقہ صدیوں کے تجربات پر مبنی ہیں زبان پر بوجھل محسوس ہوں گے اور متروک ہو جائیں گے مثلاً آج کوئی دوپہر تک سو رہا ہو تو کہتے ہیں دوپہر ہوگئی ہے ابھی تک سو رہا ہے دھوپ آ گئی ہے سورج سر پر آ گیا تو ابھی تک اُٹھنے کا نام نہیں لے رہا۔ایسے سارے الفاظ، محاورے اور لہجے اپنے معانی اور مفہوم (وقتی طور پر) کھو دیں گے۔

33 سورج سے فصلیں پکتی ہیں، موسم بدلتے ہیں، بارشیں ہوتی ہیں، برف پگھلتی ہے، دریا بہتے ہیں۔ساری دنیا میں ایک سال کا دن ہونے سے یہ سارا نظام تلپٹ ہو جائے گا عین ممکن ہے۔ ساری برف پگھل جائے اور میدانی علاقوں میں سیلاب آ جائیں سمندر ابل پڑیں اور آئندہ نسلوں کو

نئ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے۔

34 اسی طرح فصلوں کا نظام، اناج کی فراہمی وغیرہ کے معاملات زیادہ ترمیدانی علاقوں سے وابستہ ہیں۔ان علاقوں میں موسمی تبدیلیوں کا پہلے سے ادراک نہ کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح پیش بندی نہ کی گئی تو صورت حال بڑی خوفناک ہوسکتی ہے۔

35 سکولوں ،کالجوں، تعلیمی اداروں، چھٹیوں پر سیر سپاٹے، تفریحی مقامات کی سیر، سرد علاقوں کے سفر وغیرہ کے تصورات سب کچھ اس ـــــ ایک واقعہ کے نتیجے میں اُلٹ پلٹ ہوجائے گا اور ہر آدمی کو ہر وقت نئ صورت حال کے بارے میں سوچ بچار کر کے فیصلہ کرنا ہوں گے جس سے ہر آدمی اس واقعہ کے اثرات کے زد میں ہوگا۔اُسے اپنے رب کی قدرتوں کا احساس ہوگا ـــــ مگر بہت دیر ہوچکی ہوگی۔

آج احساس کرنا چاہیے ـــــ اس وقت تو ـــــ توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا۔اگر ہمارے دِلوں پر تالے نہیں ہیں تو ہمیں آج اس منصوبہ بندی میں گزارنا ہوگا کہ آنے والے اس کل سے پہلے اس کے بُرے اثرات سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکیں اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے توبہ کرسکیں۔آنے والا وقت یقیناً بڑا ہولناک ہے۔بقول علامہ اقبال

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

غرض یہ ہولناک واقعہ ہے جس سے ہر انسان خواہ غاروں میں رہتا ہو یا محلات میں؛ متاثر ہوگا۔یہ قیامت کی اہم علامات میں سے ایک ہوگی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ

وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ............آمین

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ

کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے

(84:17)

5 6 7
ثَلَاثَةُ خُسُوْفٍ
تین مقامات پر زمین
(کے بڑے رقبے)
کا دھنس جانا
ایک مشرق میں
دوسرے مغرب میں
تیسرے جزیرۃ العرب میں

اشراط السّاعۃ یعنی علاماتِ قیامت میں بہت اہم اور عوامی سطح پر قابل فہم و ادراک نشانی ــــــ زمین کا دھنس جانا ہے۔ یہ اپنی نوعیّت اور اصل کے اعتبار سے تو یہ ایک ہی نشانی ہے مگر یکے بعد دیگرے ایسے تین واقعات ہوں گے۔ 'زمین کے ایک بڑے رقبے کا اندر دھنس جانا' جیسے واقعات کا تین مختلف علاقوں میں وقوع پذیر ہو جانا ــــــ اور زمانی اعتبار سے تھوڑے سے وقت کے فرق کے ساتھ واقع ہونا اس نشانی کی اہمیّت کو بہت بڑھا دیتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت روئے ارضی کے کسی بھی حصے میں ایسا کرنے پر قادر ہیں۔ تاہم فرمانِ رسالت ﷺ میں یہ واقعہ کوئی 'معجزہ' کے طور پر وقوع پذیر نہیں ہوگا ــــــ بلکہ مرورِ زمانہ کے ساتھ قربِ قیامت میں یہ واقعات رونما ہو جائیں گے۔ اس پس منظر میں 'خسف الارض' کے ان محیّر العقول واقعات کے مادّی اسباب تلاش کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔

روئے زمین پر قابل ذکر بڑے رقبوں کے زمین میں دھنس جانے کے عمل کو سمجھنے کے لیے ذیل میں درج کچھ ناگزیر تفصیلات پر غور فرمائیں۔ قارئین کرام کو اس عمل کی ایک معقول وجہ سمجھ میں آئے گی (ویسے اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہیں وہ ہر قسم کے کسی عمل کو اسباب کے بغیر بھی ظاہر کرنے پر اختیار رکھتے ہیں ہمارا یہ ایمان ہے)

ہماری زمین اس نظام شمسی کا ایک حصّہ ہے اور ہمارا پورا نظام شمسی اسی وسیع و عریض کائنات میں ایک بڑے صحرا میں ریت کے ایک ذرے کی طرح ہے۔ یہ زمین...... ایک فٹ بال کی طرح ایک کرہ ہے اور اس کا قطر تقریباً 13000 کلومیٹر ہے اور محیط 40,000 کلومیٹر ہے۔

اس زمین کے 13000 کلومیٹر قطر میں سے ہم صرف سطحِ زمین کے بارے میں جانتے ہیں کہیں سمندر ہے جس کی گہرائی زیادہ سے زیادہ 13 کلومیٹر ہے (بحرالکاہل کا ایک حصہ) اور کہیں ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی ہے جس کی اونچائی تقریباً 29 کلومیٹر ہے۔ اس زمین میں کھدائی

کر کے تیل کے ذخائر نکالے جارہے ہیں اور گیس کے ذخائر نکالے جارہے ہیں۔ یہ کھدائی زیادہ سے زیادہ 13 کلومیٹر تک ہوئی ہے۔

زمین اور سورج کی جسامت کا تقابلی جائزہ
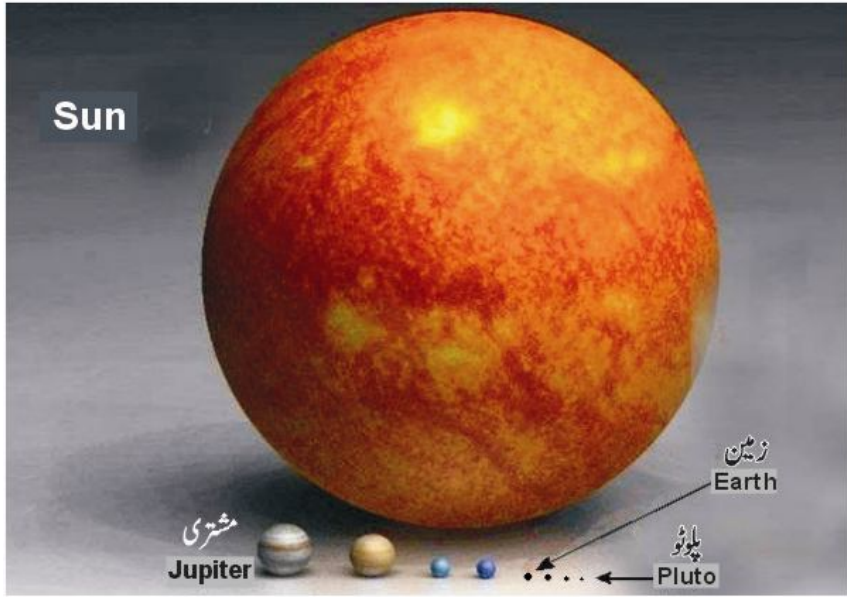
پٹرول بیسویں صدی (1900ء کے بعد) سے نکالا جارہا ہے اور تجارتی بنیادوں پر ساری دنیا میں سپلائی ہوتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم 1945ء کے بعد سے تیل کی پیداوار اور کھپت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور گزشتہ ساٹھ سالوں سے تقریباً 100 لاکھ بیرل تیل روزانہ (اوسط) استعمال ہورہا ہے۔ گیس کے ذخائر اس کے علاوہ ہیں اور تقریباً پٹرول کی طرح ہی گیس بھی روزانہ استعمال ہورہی ہے۔

اب ــــ ذرا ــــ حساب کتاب کی طرف توجہ کریں۔ پٹرول ایک مائع ہے اور 100 لاکھ بیرل روزانہ تیل کی پیداوار اور کھپت سے زمین میں ایک خلا ہے جو روزانہ پیدا ہورہا ہے۔ صرف سعودی عرب کی تیل کی پیداوار اندازاً 20 لاکھ بیرل روزانہ ہے۔ جس کا حجم اتنا بنتا ہے جتنا (پاکستان کے قارئین کے سمجھنے کے لئے) واپڈا ہاؤس بلڈنگ جیسی چار بلڈنگز کا حجم ہوسکتا ہے۔ اتنا وسیع خلا ــــ تیل کے زمین سے نکالے جانے کی وجہ سے روزانہ بن رہا ہے وہ تو قدرت کی

طرف سے ایک نظام ہے جس سے سطح زمین پر فوری فرق نہیں پڑتا۔ جس شخص نے کھیوڑہ میں نمک کی کان دیکھی ہے اسے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کئی صدیوں سے وہاں سے نمک نکالا جا رہا ہے زیر زمین اس کان میں داخل ہونے کے بعد اندر 15۔20 کلومیٹر سفر ہے ریلوے کا نظام ہے تب جا کر نئی کھدائی کے پاس پہنچتے ہیں۔ آگے کھدائی ہوتی ہے درمیان میں مختلف فاصلے پر ماہرین کے مشورے سے ستون چھوڑ دیے جاتے ہیں تاکہ اوپر (چھت) وزن سے بیٹھ نہ جائے اور کان کنی کا راستہ ہی بند نہ ہو جائے۔

اسی طرح زیر زمین سے پٹرول نکلنے سے صرف سعودی عرب میں گزشتہ ساٹھ سالوں میں روزانہ واپڈا ہاؤس بلڈنگ سے چار گنا بڑا خلا پیدا ہو رہا ہے اندازہ لگائیں 60 x 365 = 21900 دن ہیں۔ صرف سعودی عرب کے ایک پٹرول کے علاقے میں تقریباً 10000 مربع کلومیٹر کے رقبے میں 200 فٹ موٹائی میں خلا واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح کا خلا یقیناً کویت اور اس کے ملحقہ عراق کے تیل کے کنوؤں میں بھی پیدا ہو چکا ہے اور اسی طرح کا خلا یقیناً لیبیا کے علاقہ میں بھی پیدا ہو چکا ہے اور امریکہ اور روس کے علاقوں میں بھی ہو چکا ہے۔ یاد رہے کہ پانی زمین سے نکالا جاتا ہے تو قریب کی جگہوں سے مزید پانی آتا رہتا ہے جبکہ 'تیل' پانی کی طرح زمین میں نہیں نکلتا بلکہ تیل تو پہاڑوں اور مضبوط تہوں کے نیچے بند جگہوں پر ہزاروں سالوں کے عمل سے وجود میں آتا ہے۔

ان علاقوں میں پٹرول نکالے جانے کے یہ مقامات انتہائی خطرناک صورت حال میں ہیں۔ خاص طور پر مشرق وسطیٰ کے یہ علاقے۔ یہاں اگر کوئی قدرتی زلزلہ یا مصنوعی ایٹمی دھماکہ یا ایٹم بم گرائے جانے کا واقعہ ہو جائے تو سعودی عرب، عراق اور لیبیا وغیرہ کے تیل کے علاقوں میں لازماً زمین کا قدرتی اندرونی توازن ختم (SHATTER) ہو جائے گا اور ایک وسیع رقبہ (ہزار ہزار مربع کلومیٹر کے کئی علاقے) زمین میں اندازاً دو سو فٹ گہرائی تک دھنس سکتے ہیں۔

سعودی عرب، عراق، کویت، امارات میں ایسے کئی مقامات ہو سکتے ہیں جو خطرہ کی کیفیت میں ہیں اور POTENTIAL DANGER ہیں۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے انہیں مقامات میں سے تین مقامات کا ذکر فرمایا ہے

کہ کوئی قدرتی آفت یا انسانی کوششوں کے نتیجے میں ایسی مصنوعی صورت حال ہوجائے گی کہ یہاں مشرق وسطی کے علاقے میں تین مقامات پر بڑے بڑے رقبے زمین دھنس جائیں گے۔ فرمانِ رسالت میں تین خسوف کا ذکر ہے۔الفاظ یہ ہیں:......وَ ثَلَاث خُسُـــوُفٍ: خَسفٌ بِـالُـمَشْرِقِ وَ خَسفٌ بِالُمَغُرِبِ وَ خَسفٌ بِجَزِیُرَۃِ الُعَرَبِ ......(تین جگہ زمین کا دھنس جانا: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں)

یہ تینوں 'خسوف' چونکہ نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی طرح کے تین واقعات ہیں لہٰذ ـــــ ہم نے ان تینوں 'اشراط الساعۃ' یعنی علاماتِ قیامت کو ایک ہی تحریر میں جمع کر دیا ہے۔ یہ مقامات اپنی جغرافیائی حیثیت کے مطابق بہت اہم ہیں۔

- زمین کے ایک بڑے رقبے کے زمین میں دھنس جانے کا واقعہ مدینۃ النبی ﷺ (یا عرب) کے مشرقی علاقے میں ہوگا اس سے مراد سعودی عرب کے علاقہ کے علاوہ امارات، اور عراق یا ایران کا جنوب مغربی علاقہ بھی ہوسکتا ہے۔
- زمین کے ایک بڑے رقبے کے نیچے دھنس جانے کا دوسرا واقعہ مدینہ النبی ﷺ (یا عرب) کے مغرب میں ہوگا اس سے مراد مصر، لیبیا، وغیرہ کے ممالک بھی ہوسکتے ہیں اور امریکہ بھی ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم
- زمین کے ایک بڑے رقبے کے نیچے کی طرف دھنس جانے کا تیسرا واقعہ خود جزیرۃ العرب میں ہوگا یہ علاقہ تیل نکالے جانے والا علاقہ ہی ہے۔

زمین کے دھنس جانے کے یہ تینوں واقعات تو یقینی ہیں اور مشرق وسطی میں سیاسی صورت حال کے پیش نظر ـــــ اسرائیل عرب جنگ کے خطرات بھی منڈلا رہے ہیں جس کا خطرہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے جس میں اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار بھی ہیں جو یقیناً سجا کر رکھنے کے لیے نہیں بنائے گئے بلکہ دشمنوں کی سرکوبی کیلئے بنائے گئے ہیں ـــــ بالفاظِ دیگر یہ ایٹمی ہتھیار استعمال بھی ہوں گے اور یقیناً عربوں کے خلاف ہی استعمال ہوں گے ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال سے تیل پیدا کرنیوالے علاقوں میں ایسا دھماکہ ہوگا کہ زمین کا قدرتی اندرونی توازن بگڑ جائے گا اور تیل نکالے جانے کی وجہ سے زمین کا وسیع رقبہ ـــــ بیٹھ جائے گا اور زمین کئی ہزار مربع

کلومیٹر کے علاقے میں اندر دھنس جائے گی اور اس سے یقیناً بہت بڑی تباہی بھی پھیلے گی۔

اسرائیل عرب جنگ......اور زمین کے دھنس جانے کے تین واقعات

احادیث میں حکمت نبوی ﷺ کا جو خزانہ پوشیدہ ہے اور قرآن مجید کی وضاحت فرماتے ہوئے وحی خفی اور قرآن مجید کے علاوہ جو وحی آپ ﷺ پر نازل ہوتی رہی اس کی روشنی میں آپ ﷺ نے مستقبل کے کئی رازوں اور اہم واقعات سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ ﷺ اپنی ذاتی حیثیت میں بھی بہت ذہین، فطین، باصلاحیّت، معاملہ فہم، اشارے سے بات کو پا جانے والے، اصولی ہدایت سے باریک تفاصیل تک اخذ کر لینے والے تھے۔ وحی خفی کا اثبات اس پر مستزاد ہے اور "اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ الْإِيمَان" (مؤمن کی فراست سے بچو کہ وہ ایمان کے نور سے دیکھتا ہے) کا فرمان آپ ﷺ کے لیے آپ کی شان کے مطابق ہی ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی صلاحیتیں اور قوتیں عام انسانی سوچ سے بہت ماوراء ہیں۔

خسوف کے ان واقعات کو آپ ﷺ نے فتنۂ دجّال کے دور میں دجّال کی کارروائیوں اور حرمین شریفین پر اسرائیل کے مغربی سرپرستوں اور صیہونی کارپردازوں کی دہشت گردی کی کارروائیوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ جیسے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کا واقعہ بھی دجال کے زمانے سے متعلق بتایا ہے۔

وسیع علاقے زمین کے اندر دھنس جانے کے واقعات کو بھی آپ ﷺ نے مغربی اور صیہونی دہشت گردوں کی کارروائیوں کے عرصے کے دوران کے واقعات ارشاد فرمایا ہے۔ خسوف کے یہ واقعات فتنۂ دجّال کے زمانے میں اہل حق کی حمایت، اللہ تعالیٰ کی تائید اور حمایت ونصرت کے طور پر ظاہر ہوں گے۔

اس نکتہ کی وضاحت کے لئے ذیل میں چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

بخاری شریف کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ، يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا (بخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

"گویا میں اس سیاہ آدمی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا"

يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ (بخاری۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

''کعبہ کو حبشہ کا چھوٹی (پتلی) پنڈلیوں والا ایک شخص ویران کرے گا''

گویا دجال کے دور میں دجالی قوتیں کعبہ پر حملہ آور ہوں گی، حالات ابتر ہو جائیں گے لاقانونیت پھیل جائے گی اور حج موقوف ہو جائے گا۔ اسی طرح مدینۃ النبی ﷺ پر بھی دجال حملہ آور ہو گا۔ اگرچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَ الْمَدِينَةَ وَ لَيْسَ نَقْبٌ مِنْ أَنْقَابِهَا إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّينَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ إِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ. (مسلم۔ عن أنس بن مَالِك)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس میں دجال نہ آئے سوائے مکہ اور مدینہ کے اور کوئی راستہ نہیں ہو گا مگر فرشتے اس کے ہر راستے پر صف باندھے کھڑے ہوں گے اور چوکیداری کریں گے۔ پھر دجال (مدینہ کے قریب) سبخۃ مقام پر اترے گا اور مدینہ تین بار کانپے گا (یعنی تین بار اس میں زلزلہ ہو گا) اور جو اس میں کافر یا منافق ہو گا، وہ نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔''

یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ دجالی قوتوں کے خروج کے دور میں مسلمانوں کی حیثیت مقابلہ کی نہیں ہو گی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ اسے اسرائیلی ائیر بیس لیڈا (لُدّ) کے مقام پر قتل کر دیں گے جس سے یہ فتنہ فرو ہو جائے گا۔ یہ احادیث مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ دست غیب (DIVINE INTERVENTION) سے مسلمانوں کی مدد کی جائے گی اور خسف کے یہ واقعات رونما ہو کر دجالی قوتوں کا منہ پھیر دیں گے۔

تاہم ـــــــ دجالی قوتوں کا مکہ اور مدینہ یعنی حرمین شریفین سے رخ موڑنے کے لئے مسلمانوں کے پاس طاقت نہیں ہو گی جیسا کہ اب بھی نہیں ہے۔

(امریکہ کی 3 لاکھ فوج، عرب عراق جنگ 1990ء کے وقت سے سعودی عرب میں تعینات ہے اور کرایہ کی فوج ہے جس سے سعودی عرب کے تقریباً 100 ارب ڈالر سے زیادہ سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔ یہ فوج صاف ظاہر ہے استحصال کے لیے سعودی عرب میں ہے جب

اسرائیل (خود دجال) حملہ کرے گا یا کوئی منصوبہ بنائے گا تو یہ امریکی کرائے کی فوج اس حملہ آور قوت کے خلاف سعودی حکمرانوں یا اس وقت کے حکمرانوں کی کوئی مدد نہیں کرے گی۔ بلکہ یہ فوج تو حرمین پر حملہ آور دجالی قوت کے طور پر موجود ہے کہ حالات خراب ہوں تو اس علاقے پر قبضہ کرلیا جائے۔ یہ بات اپنی جگہ اہم اور نوٹ کرنے کی ہے کہ شاید اس فوج کی چھاؤنیاں اسی علاقے میں واقع ہوں جہاں جزیرۃ العرب میں خسف کا واقعہ ہونے والا ہے۔ واللہ اعلم)

اس پس منظر اور صورت حال میں ہمارے نزدیک خسف الارض کے یہ واقعات جن کا ذکر اشراط الساعۃ کے ضمن میں آیا ہے حرمین شریفین کی حفاظت کرنے والی مسلمان قوت کے حمایت کے لیے آسمانی مدد کے طور پر ظہور پذیر ہوں گے۔ واللہ اعلم

1۔ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ قَالَ دَخَلَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ وَأَنَا مَعَهُمَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَسَأَلَاهَا عَنِ الْجَيْشِ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِ وَ كَانَ ذَلِكَ فِي أَيَّامِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهِ مَعَهُمْ وَلَكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى نِيَّتِهِ (صحیح مسلم)

''عبیداللہ بن قبطیہ سے روایت ہے کہ حارث بن ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان دونوں اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس لشکر کے بارے میں پوچھا جو دھنسایا جائے گا اور یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پناہ لینے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا...... تو اس کی طرف لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ جب ہموار زمین میں پہنچ جائیں گے تو دھنس جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس شخص کو زبردستی اس لشکر میں شامل کرلیا گیا ہو (اس کا کیا حکم ہے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بھی ان کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اسے اس کی نیت پر اُٹھایا جائے گا۔''

2۔ عَنْ حَفْصَةُ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ ﷺ، يَقُولُ: لَيَؤُمَّنَّ هَذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُونَهُ، حَتَّى اِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ، يُخْسَفُ بِأَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِی أَوَّلُهُمْ آخِرَهُمْ، ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ، فَلَا يَبْقَى اِلَّا الشَّرِيدُ الَّذِی يُخْبِرُ عَنْهُمْ (مسلم)

''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا کہ اس گھر پرحملہ کرنے کے ارادے سے ایک لشکر روانہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ زمین کے ہموار میدان میں ہوں گے تو ان کے درمیانی لشکر کو دھنسا دیا جائے گا اور ان کے آگے والے پیچھے والوں کو پکاریں گے پھر انہیں بھی دھنسا دیا جائے گا ایک آدمی کے سوا جو بھاگ کر ان کے بارے میں اطلاع دے گا کوئی باقی نہیں بچے گا۔''

3۔ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: سَيَعُوذُ بِهَذَا الْبَيْتِ -يَعْنِی الْكَعْبَةَ- قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ، وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ، يُبْعَثُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ، حَتَّى اِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ (مسلم)

''حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک قوم اس گھر یعنی خانہ کعبہ کی پناہ لے گی جن کے پاس کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور نہ آدمیوں کے تعداد ہوگی اور نہ ہی سامان ہوگا ان کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا جب وہ زمین کے ایک ہموار میدان میں ہوں گے تو انہیں دھنسا دیا جائے گا''

یہ بات یقینی ہے کہ ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے دجّالی قوت کو جو ہزیمت ہوگی وہ عالمی سطح پر اس قوت کے لیے ایک طرح کا واضح SET BACK ہوگا۔ مسلمانوں کے حق میں اور حمایت میں رائے عامہ ہموار ہوجائے گی اور اسلام کے عالمی غلبہ کا راستہ ہموار ہوجائے گا۔ ان شاءاللہ

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ : حَيَاتَكَ
قَبْلَ مَوْتِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ
وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغُلِكَ وَشَبَابَكَ
قَبْلَ هَرَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو:

۱ اپنی زندگی کو موت سے پہلے ۲ اپنی صحت کو بیماری سے پہلے

۳ اپنی فرصت کو مصروفیت سے پہلے ۴ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے

اور ۵ اپنی مالداری کو محتاج ہونے سے پہلے (الحدیث)

8
نُزُوْلُ عِیْسٰی علیہ السلام
حضرت عیسٰی علیہ السلام
کا (دوبارہ) تشریف لانا

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا قُربِ قیامت کی ایک اہم نشانی ہے۔ اُمت مسلمہ کا سوادِ اعظم آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے اور دوبارہ تشریف آوری کو صحیح سمجھتا ہے البتہ تاریخ میں بعض علماء اور محقّقین اس سوچ کے بارے میں کچھ تحفّظات ظاہر کرتے ہیں۔ ان صفحات میں علاماتِ قیامت کی تشریح کرتے ہوئے ہمارا موقف اُمّت مسلمہ کے سوادِ اعظم اہل سُنّت کے ہی ساتھ ہے۔ لہٰذا ان سطور میں اس موقف کی روشنی میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قُربِ قیامت کے 'نشان' کے طور پر تشریف آوری کا تذکرہ ہوگا۔

(2) حُسنِ اتفاق ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے 'رفع' کا ذکر ہے اور ایک سے زیادہ مقامات پر آیا ہے اور حدیث پاک میں آپ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری 'نزول' کا واضح تذکرہ ہے۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ آپ (علیہ السلام) کے زندہ 'رفع' کے ساتھ ہی منسلک اور مربوط ہے۔ جو اہل علم نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم نہیں کرتے اور ان احادیث کے راویان پر اسماء الرجال کی بحث کر کے متن حدیث کی ثقاہت اور صحّت کا انکار کرتے ہیں انہیں پھر 'رفع' والی آیات مبارکہ کے بارے میں بھی اضطراب رہتا ہے اور حقیقتاً یہ بات بڑی منطقی ہے کہ اگر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ایک 'وہم' اور 'خیال' کی حد تک ہے اور بے بنیاد ہے تو 'رفع' چہ معنی دارد؟ اس موقع و محل پر پھر رفع آسمانی کی تاویلات شروع ہوتی ہیں اور بالآخر زندہ اُٹھائے جانے کی بھی نفی تک بات جا پہنچتی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عام موت واقع ہونے کے دلائل لائے جاتے ہیں پھر موت ثابت ہوجائے تو ان کی 'قبر' اور 'مزار' کا معاملہ زیر بحث آتا ہے کہ وہ کہاں مدفون ہیں؛ اس لئے کہ ان کے ماننے والے بے شمار ہیں اور ان کا زمانہ بھی کوئی زمانہ ماقبل تاریخ کا نہیں ہے۔ صرف 2000 سال قبل کا زمانہ ہے۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے انکار سے انسان قرآن مجید کی واضح اصطلاح 'رفع' کے عام معنی

کے انکار تک جا پہنچتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی امکان نہیں رہتا۔

(3) قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور عربی مبین میں اُترا ہے۔ اس میں انسان کی زندگی کے مختلف مراحل کے لئے متداول الفاظ اور اصطلاحات ہی استعمال ہوئی ہیں اور ان کے معانی معروف و مشہور ہیں۔ حیات و ممات کے لفظ عربی میں بڑے واضح مفہوم کے حامل ہیں جبکہ عرب محاورے میں 'رفع' کا لفظ موت کے لئے نہیں آتا اور نہ ہی قرآن پاک میں 'رفع' کے لفظ کا ترجمہ کسی تاویل کے بغیر موت سے کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ 'رفع' موت کے علاوہ کسی اور حقیقت کے لئے بولا گیا ہے اور چونکہ یہ الفاظ ایک 'نادر الوقوع' بلکہ ایسے واقعے کے لئے بولا گیا ہے جس کی کوئی دوسری مثال تاریخ انسانی میں ہے ہی نہیں ــــــ لہٰذا اس کے مفہوم کی حفاظت خود قرآن مجید کے اُتارنے والے اللہ تعالیٰ کے ہی ذمہ ہے اور اس کی وضاحت شارح قرآن کی حیثیّت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمّہ داری یا فرض منصبی ہے جن پر یہ قرآن پاک اُتارا گیا ہے۔ چنانچہ ــــــ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے قرآن پاک میں 'رفع عیسیٰ علیہ السلام' کا تذکرہ ہے تو حدیث میں 'نزولِ عیسیٰ علیہ السلام' کے الفاظ وارد ہیں جو ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں یا ایک ہی استدلال کی دو کڑیاں یا ایک ہی قضیئے کا صُغریٰ اور کُبریٰ۔

(4) نزول عیسیٰ علیہ السلام یعنی آپ کی دوبارہ تشریف آوری کے معاملے کو ایک اور پہلو سے بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور یہ پہلو چونکہ قرآنِ پاک میں بیان ہوا ہے لہٰذا نہایت اہم ہے۔ یہ معاملہ ذرا تفصیل طلب ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے:

(ا) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے انسانوں میں سے ہی نبی معبوث فرمائے اور رسول بھیجے۔ انہیں ہدایت دی، وحی سے سرفراز فرمایا اور انسانیّت کی رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا۔

'نبی اور رسول' دو الفاظ اللہ تعالیٰ کے اُن برگزیدہ بندوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں جنہیں ذاتِ باری تعالیٰ نے وحی اور ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ نبی اور رسول کے الفاظ میں عام اور خاص کا تعلق ہے جبکہ ذمہ داری یعنی فرائض منصبی ایک جیسے ہی تھے۔

مشہور روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کل ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث

فرمائے۔جن میں سے چن کر(اصطفاء)313 نفوس کو رسول بنا دیا۔ نبی اور رسول کے دو الفاظ ہیں تو ان کے مفہوم اور مدّ عا میں بھی فرق ہے۔ کسی زبان کے کوئی دو الفاظ صد فی صد مشابہ نہیں ہوتے کسی پہلو سے کوئی نہ کوئی وجہ امتیاز ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوسرا لفظ تخلیق کرنا پڑتا ہے عربی میں تلوار، شیر اور گھوڑے کے لئے درجنوں الفاظ کا اہل زبان میں رائج ہونا اسی بات کا مظہر ہے۔

(ب) 'نبی' اور 'رسول' کے الفاظ قرآن پاک میں کئی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ النّبی کا لفظ 43 مرتبہ آیا ہے جبکہ رسولٌ کا لفظ 116 مرتبہ آیا ہے۔ پھر قرآن پاک نے ان الفاظ میں فرق کو بھی واضح فرمایا ہے۔ ایک فرق جو عام طور پر بیان ہوتا ہے کہ نبی اور رسول کے الفاظ میں عام اور خاص کی نسبت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی تو لازماً رسول نہیں تھا مگر ہر رسول یقیناً نبی بھی تھا۔ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کے کیا کہنے، قاری کے سامنے ایک بات رکھ دیتا ہے تا کہ صاحب فہم اس کا منطقی نتیجہ خود اخذ کر لے۔ قرآن پاک میں ختم نبوت کا ذکر صراحتاً آیا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں گویا جب ختم نبوت ہوگئی تو منطقی طور پر رسالت کا باب بھی بند ہو گیا۔ آپ خاتم النّبیین تو ہیں ہی ـــــ بلاشک وشبہ خاتم المرسلین بھی ہیں۔ فداہ آباؤنا و امھاتنا

(ج) قرآن پاک میں ایک اور فرق ـــــ نبی اور رسول کے مابین بڑی صراحت سے آیا ہے۔ صہیونیت کے جرائم کا ذکر قرآن پاک میں ہے چنانچہ جرائم کی فہرست میں ایک اہم اور گھناؤنا جرم 'قتل انبیاء' کا بھی ہے۔ چنانچہ یہ بات قرآن پاک میں لِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَاءَ اللّٰهِ (91:02)، يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ (61:02 اور 21:03)، يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ (212:03) اور لِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ (183:03) وغیرہ الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ وہ (یہود) نبیوں کو بلاجواز قتل دیتے تھے۔

جرم اپنی جگہ، مگر انبیاء علیہم السلام قتل ہو گئے اس کے برعکس رسول کا قتل ہونا تو دور کی بات ہے کبھی دشمن کے ہاتھ بھی نہیں آئے بلکہ رسول ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ (21:58)

''اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ میں (خود) اور میرے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے''

(د) حضرت نوح علیہ السلام، حضرت هود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، قوم نے اگرچہ ان کی مخالفت کی اور ستایا تاہم ایک مدت کے بعد

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور رسولوں کے انکار پر ان رسولوں علیہم السلام کے سامنے ان کی قوموں پر عذاب آ گیا اور قومیں نیست و نابود کر دی گئیں۔ اس کو عذاب استیصال کہا جاتا ہے کہ رسولوں کے انکار کی صورت میں قوموں کو جڑ سے اکھیڑ دینے والا اور بیج ختم کر دینے والا عذاب آ گیا۔

اسی مقدس گروہ کے ایک فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تیسرے پارے کے آغاز میں رسولوں کی مقدس جماعت کا ذکر ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بطور خاص ذکر آیا ہے۔

(٥) بنی اسرائیل کی تاریخ میں ہزاروں نبی قتل ہو گئے خود عہد نامہ قدیم اس پر گواہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے کوئی وقعت نہ دی حالانکہ وہ ان کی اپنی قوم اور برادری میں سے تھے انہیں کی زبان بولتے ہوئے آئے تھے اور ان کی بشارتیں بھی سابقہ کتب میں موجود تھیں ان کے والدہ پر الزام تراشی کی، برنباس کی انجیل کے مطابق ان کو واجب القتل قرار دے کر رومیوں کے حوالہ کر دیا تا کہ ان کو سزائے موت دے دی جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہی کی طرف رسول تھے، قرآن پاک میں ان کا ذکر نہایت پر شکوہ اور شاندار الفاظ میں آیا ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران میں آپ (علیہ السلام) کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قبل از ولادت ہی ان الفاظ میں بشارت دی ہے:

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۝ وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا

تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O (03:45-49)

''(وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم! اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں باآبرو اور (اللہ کے) خاصوں میں سے ہوگا۔ اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہوکر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہوگا۔ مریم نے کہا: پروردگار! میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں۔ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرد یتا ہے کہ ہوجا' تو وہ ہوجاتا ہے۔ اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہوکر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے (سچ مچ) پرندہ ہوجاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندرست کردیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرر کھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (اللہ کے قدرت کی) نشانی ہے۔''

ایسے شان والے رسول علیہ السلام کے خلاف سازش کر کے سولی پر لٹکانے کے حالات پیدا کردینا بالارادہ منصوبہ بندی کا مظہر ہے اور اپنے وقت کے رسول علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کفر اور تکذیب کی بدترین اور گھناؤنی شکل ہے نیز شقاوت قلبی کا آخری درجہ بھی۔

(د) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کے اس رویے کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب استیصال آنا چاہئے تھا صہیونیت کا یہ ابتدائی طبقہ اس عذاب کا صد فی صد مستحق بھی تھا مگر ہم تاریخ عالم میں دیکھتے ہیں کہ اس گروہ کو سوائے جلاوطنی

(70ء) کے کوئی سزا نہیں ہوئی فوری عذاب میں تخفیف اور عذاب استیصال کا التواء غالباً اس وجہ سے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عذاب کے وقت قوم میں موجود نہیں تھے۔ اس جلاوطنی کے دوران اپنے دورِ انتشار میں صہیونیّت کی ایک شاخ جو منصوبہ بندی کے ساتھ مدینہ (جزیرۃ العرب) میں جا کر آباد ہوئی تھی وہ آسمانی ہدایت کے لانے والے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود ان سے گتھم گتھا رہی، قتل کے منصوبے بنائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام کرنے کے لئے ہر ممکن سازش، ہر ممکن ہتھکنڈا اور ہر ممکن راستہ استعمال کیا۔

(ذ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اور صلیب دینے کے گھناؤنے منصوبے پر اس قوم (صہیونیّت کے علمبردار گروہ اور ان کے حامیان و پشتیبانان) پر عذاب خداوندی کا فیصلہ صادر ہوگیا۔ تاہم عام حالات میں بھی کسی سزائے موت کے قیدی کی سزائے موت بعض ناگزیر اُمور اور تقاضوں کی وجہ سے تا حکم ثانی مؤخر کردی جاتی ہے اس طرح اس قوم بنی اسرائیل پر عذاب استیصال کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک ازراہِ ترحّم مؤخّر کیا گیا (جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں تذکرہ ہے) مگر اس موقع سے بھی فائدہ نہ اُٹھانے اور سابقہ بدعہدی و دین دشمنی، خدا بیزاری، خدا دشمنی کے ساتھ رسولوں، وحی اور آسمانی ہدایت سے دشمنی یعنی سیکولرازم کے پرچارک بننے کی وجہ سے عذاب الٰہی کی توثیق تو ہوگئی ـــــ مگر اس پر عمل درآمد مؤخّر کردیا گیا ـــــ یہ حکمت خداوندی ہے اور فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ـــــ جبکہ خالق ارض وسماء تو ہے ہی 'الحکیم'۔

(ح) صہیونیّت کے پرستاروں پر عذاب استیصال کے مؤخّر ہونے کی ایک حکمت جو اَظہر من الشّمس ہے وہ ہم یہاں تذکرہ کررہے ہیں۔ ہم سے بڑے اہل علم و دانش ممکن ہے چند اور حکمتیں بھی سامنے لے آئیں تاہم حتمی بات یہی ہے کہ ان اُمور کا کما حقہٗ جاننے والا اور سب حکمتوں کا احاطہ کرنے والا صرف 'اللہ' ہی ہے۔ واللہ اعلم

(ط) صہیونیّت کی ابتداء بڑی معصوم سی صورت میں برادرانِ یوسف علیہ السلام کے رویّے سے ہوئی جو پروان چڑھتی رہی اور فرعون کی غلامی کے دوران تنظیم بنی ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دورِ مبارک میں مزید مستحکم ہوئی ـــــ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے دور میں بالغ ہوگئی

بابل کی اسیری کے دوران اس میں مزید کئی جہتوں سے مضبوطی آئی ـــــ آسمانی ہدایت سے فرار اس کی بنیاد بن گئی جو بڑھ کر خدا بیزاری اور خدا دشمنی تک جا پہنچی (اسی بات کو آج کل وحی و نبوّت کے انکار کی وجہ سے سیکولرازم کہا جاتا ہے) اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے پیغمبروں کا مذاق، استہزاء اور انکار شروع ہوا بات ڈھٹائی تک جا پہنچی اور علی الاعلان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکام کی صریح خلاف ورزی بھی ہونے لگی۔ قتل انبیاء کرام (علیہم السلام) کا گھناؤنا جرم سرزد ہوا اور اس پر کوئی شرمندگی محسوس نہیں کی گئی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا گیا اور بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام قتل ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ صدیاں پہلے کا عرصہ تاریخ انسانی میں مشرقِ وسطیٰ کے علاقے میں قتل انبیاء کے جرم کی وجہ سے سیاہ ترین دور ہے۔

(ی) صہیونیّت (قوم یہود) کی ان کارروائیوں سے مقصود یہ تھا کہ آسمانی ہدایت موجود ہو تو بے عملی کی صورت میں علماء و عوام ٹوکتے ہیں۔ اس ہدایت کو غائب کر دیا جائے اور اس سلسلہ کو ختم کر دیا جائے تو انہیں من مانی کرنے سے کوئی روکنے والا نہیں ہوگا۔ چنانچہ پہلے تورات غائب ہوئی اور آسمانی ہدایت جو تحریری شکل میں حفاظت کی غرض سے اُتری تھی وہ نہ رہی پھر بھی انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا تو انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی قتل کرنے کا عمل شروع ہوا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ ۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ○ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ صَمُّوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (05:70-71)

”ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے (لیکن) جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی باتیں لے کر آتا جن کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو (پہلے) وہ (انبیاء کی) ایک جماعت کو تو جھٹلا رہے اور (بعد ازاں) ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی، تو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی

(لیکن) پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔''

(ک) قتل انبیاء کے جرم میں بے باکی اور جری ہونے کی وجہ سے ہی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر (جو کہ مقام رسالت کے رفیع درجے پر فائز تھے) اثر انداز ہونے کی کوشش کی اور زبردست منصوبہ بندی سے ان کو ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

(ل) اسی سلسلے میں پہلے سے منصوبہ بندی کرکے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنے کے لئے مدینہ میں آباد تھے اور مختلف ہتھکنڈوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا، بے آرام کیا، جنگوں کا بازار گرم کیا۔ مگر رسالت کاملہ کے مقابلے میں منہ کی کھائی، قتل ہوئے، جلاوطن ہوئے، خوار ہوئے مگر ـــــ توبہ نہ کی۔

(م) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہلے خیبر اور پھر مدینہ کے شمال مشرق کے علاقہ جات میں دھکیل دیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ...... (مسلم)

''میں یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا......''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل درآمد کا موقع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آیا۔ اور جزیرۃ العرب سے نکال دیے گئے۔ آپ پر ختم نبوت کا اعلان ہوا ـــــ تو اس شیطانی گروہ کو دوبارہ منظّم ہونے اور گل کھلانے کے امکانات نظر آئے اور ان کی جان میں جان آ گئی۔

(ن) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل چھ صدیاں قتل انبیاء کا جرم، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ، بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چھ صدیوں (33ء سے 613ء) کا 'فترۃ وحیٔ' کا عرصہ ـــــ اس گروہ کے لئے شیطانی منصوبے بنانے اور سازشوں کا جال پھیلانے کا دور ہے۔

(س) اس گروہ کی چالیں اتنی باریک، عزائم اتنے خوفناک اور انسان دشمن مقاصد کے حصول کے لئے منصوبہ بندی (PLANNING) اتنی ماہرانہ ہوتی رہی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پھر اُن کو بارہ صدیاں آسمانی ہدایت کے خلا کی وجہ سے گُل کھلانے کا موقع خوب ملا۔ شیطان کے

آلہ کار بنے اور شیطان نے انہیں اوّلاً گمراہ کیا اور بعد میں دوسرے انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے خوب خوب استعمال کیا۔

(ع) حضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں جلاوطن ہونے کے موقع پر ہی ــــــ ختم نبوت کا اعلان ہوا تو اُنہوں نے کئی خوفناک منصوبے مزید سوچ لئے۔ پہلے انسانوں کو ہدایت سے محروم کرنے کے لئے قتل انبیاء کا جرم تھا اب ختم نبوت کے بعد ــــــ لوگوں کو مذہب کے نام پر ہی گمراہ کرنے کے لئے جھوٹے مدّعیان نبوت کا قضیہ کھڑا کر دیا گیا اور آپ ﷺ کی حیات طیّبہ میں ہی جھوٹے نبی سامنے آ گئے اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

(ف) صہیونیّت کے علمبردار اور قتل انبیاء کے عادی اس گروہ کی منصوبہ بندی اتنی خفیہ اور شاطرانہ رہی کہ تاریخ انسانی کی ساری خفیہ تنظیموں کا سلسلہ بالآخر اسی شیطانی گروہ سے جا ملتا ہے قرآن پاک میں ان کے جرائم کا پہلے پارہ کے دس رکوعوں میں ذکر ہے مگر مسلمان ہی توجہ نہیں کرتے تو باقی دنیا ان سے کیسے واقفیّت حاصل کر سکتی ہے۔ پھر آپ ﷺ کو جس طرح اُنہوں نے ستایا اور بے آرام کیا اور جنگیں مسلّط کیں وہ پس منظر بھی پوری طرح لوگوں کے سامنے نہیں تھا اس کا اندازہ صرف آپ ﷺ کو ہی تھا۔ مزید برآں ــــــ ختم نبوت کے اعلان کے بعد اس گروہ نے جو شیطانی منصوبے بنائے وہ ابھی پردہ راز میں ہی تھے تاہم اللہ تعالیٰ کے علم تھے۔ ان کے مزعومہ شیطانی مقاصد ان کو بے چین کیے ہوئے تھے اور آسمانی ہدایت کو غائب کر کے وہ خدا بیزار اور دین دشمن حیوانی سطح کا معاشرہ قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے (ایسے معاشرے کو ہی آج کل سیکولر معاشرہ کہتے ہیں)

(ص) اللہ تعالیٰ اس گروہ کو آپ ﷺ کے کفر و انکار و تکذیب کی پاداش میں عذاب استیصال کے ذریعے نیست و نابود کر دیتا تو شاید دنیا کے بہت سے لوگ جو ان کے حقیقی جرائم سے لاعلم تھے ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے نظر آتے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کے خُفیہ عزائم کو آشکارا کرنے، اُن کی خدا بیزاری اور مذہب دشمنی کو طشت از بام کرنے، ان کی شیطانی مکّارانہ چالوں اور منصوبوں کو سامنے لانے کے لئے ــــــ نیز اُمّت مسلمہ کے حریف کے طور پر 'حزب الشیطان' کی حیثیّت سے مہلت دی ہے۔

اس کا ذکر قرآن پاک میں سورۃ الرحمٰن میں وارد ہوا ہے۔ پس منظر میں یہود و منافقین کی سازشیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے، جنگ بدر، احد اور خندق میں خفیہ رابطے اور دشمن فوجوں کو ہر طرح کی مدد دینے کا وعدہ اور سابقہ قتل انبیاء کا جرم رہے تو یہ بات زیادہ حقیقی نظر آئے گی۔ ارشاد ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَاتَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ O (55:31-33)

(مفہوم) ''اب عنقریب (آسمانی ہدایت کو کتب سماویہ کے انزال کے عمل سے فارغ ہو کر اور ختم نبوت کا اعلان فرما کر) ہم اے جنوں اور انسانوں (کے خبیث گروہ) تمہارے لئے فارغ ہوا چاہتے ہیں۔ تو اے جنو! اور انسانو! تم اپنے رب کی کون کون سی قدرت کا انکار کرو گے۔ اے گروہ جنّ و انس (صیہونیّت کے پرستارو) اب تم اپنی منصوبہ بندی سے اللہ کی پکڑ سے بچنے کے لئے آسمان و زمین کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ مگر (ہم ہی جواز اور سند نہ دیں تو) تم کہیں بچ کر جا ہی نہیں سکتے۔ (اس لئے کہ اب تمہارا آخری وقت قریب آ رہا ہے)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ، وَ يَقْرُنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ، وَالْوُسْطى،

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو ملاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے مبعوث گیا کہ میں اور قیامت اس طرح ہیں'' (مسلم)

گویا صیہونیّت کا یہ انجام اسی دور میں ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریباً چودہ صدیاں مہلت دی ہے اور اس عرصہ میں اس گروہ نے آگے بڑھتے بڑھتے بالخصوص گزشتہ چھ صدیوں میں ابلیسی ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر اور سائنسی ترقی اور وسائل کو غلط استعمال کر کے وہ درجہ حاصل کر لیا ہے جو عام اقوام کی سوچ سے بھی بالاتر ہے۔

(ج) ہمارے نزدیک اس گروہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار پر ہی عذاب استیصال کا سزاوار

قرار دیا جاچکا تھا پھر آپ ﷺ کے انکار پر یہ عذاب مؤکّد ہوکر اور شدید ہوگیا اور یہ عذابِ استیصال متعلقہ پیغمبر کی نگاہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے (یہی سنّت اللہ ہے)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 'رفع' کی صورت میں کہیں حیات بھی ہیں تو اس موقع پر ان کا دوبارہ تشریف لانا اور صہیونیّت نے جوان ہوکر جو دجّالیّت کا روپ دھار لیا ہے اس کا قلع قمع کرنا قرین قیاس ہے۔

اس پس منظر میں قرآن مجید کے الفاظ کہ ''وہ بچپن میں بھی معجزانہ طور پر باتیں کریں گے (وہ تو ہو چکا) اور پختہ عمر میں بھی باتیں کریں گے'' یہ اب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی ممکن ہونے والا ہے۔ واللہ اعلم

(ر) صہیونیّت کے پرستاروں (یہود) نے آج جیسا کہ ہمارے سامنے ہے، بے پناہ وسائل حاصل کر لئے ہیں ساری سائنسی ترقی اور ایجادات پر اُن کا قبضہ ہے جنگی سامان اور آلات حرب وضرب ان کی دسترس میں ہے پھر میڈیا اخبارات ٹی وی اُن کے پاس ہے بے حیائی کے وسائل بھی ان کی دسترس میں ہیں جس کی وجہ دنیا بھر کے منچلے عوام اُن کے ہم نوا ہیں۔ اس صہیونیّت کا ایک بڑا لیڈر بھی سامنے آنے والا ہے جو اہل ایمان کے نزدیک دجال ہوگا۔

(ش) یہودیوں نے چونکہ تورات کی پیش گوئیوں کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم نہیں کیا اور اُن پر ایمان نہیں لائے تھے اور انہیں 'معاذ اللہ' جھوٹا قرار دیا تھا لہٰذا اس شیطانی طبقہ کے نزدیک تورات کی پیش گوئیوں کا مصداق حضرت مسیح علیہ السلام ابھی آنے والے ہیں۔ اس لیے قرین قیاس ہے کہ یہود کا لیڈر جو دجّال کہلائے گا وہ دعویٰ نبوت کرے گا اور مسیح ہونے کا مدعی بھی ہوگا۔

(ت) اس شخص کو جو دجّال (بہت بڑا دھوکے باز) ہوگا اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا ——— عام مسلمانوں میں بالخصوص نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل طبقہ میں یہ شخص مسیح الدجّال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی جھوٹا یا بناوٹی مسیح۔

(ے) ایسے ہی موقع پر (جواب قریب ہے) مشرق وسطیٰ میں مسلمان اس دجال سے حالت جنگ میں ہوں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے اور مسلمان فوجوں کی قیادت کرتے ہوئے مسیح الدجّال کو (ترمذی شریف کی روایت کے مطابق) 'لُد' کے دروازے کے پاس قتل کر دیں گے۔

یاد رہے کہ لُد (LYDA) اسرائیل کا ایک شہر ہے اور فضائی فوج کا بہت بڑا اڈہ (AIR BASE) ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ اس موقع پر ایک ایک یہودی قتل ہو جائے گا۔ یہی عذاب استیصال ہوگا کہ قوم یہود کا نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر مقابلے کے لئے جو گروہ بندی ہوگی اس میں اہل ایمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے جبکہ المسیح الدجال کے ساتھ یہود اور ان کے دیگر زیر اثر وہم خیال گروپ ہوں گے وہ سب کے سب مٹ جائیں گے۔

(6) اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے دنیا اس سازشی ٹولہ کی تین ہزار سالہ فتنہ پرور سازشوں اور اس دین دشمن، انسان دشمن، اور اخلاق دشمن ابلیسی گروہ سے پاک ہو جائے گی اہل علم جانتے ہیں کہ آج صہیونیّت کے علمبردار جس قدر موثّر ہیں اور پھیلے ہوئے ہیں اور ہر خیر کے کام اور عدل وانصاف میں رکاوٹ ہیں نیز آسمانی ہدایت کے دشمن ہیں اُن کے خاتمے کے بعد ہی ـــــ روئے ارضی پر عدل وانصاف اور اخلاق پر مبنی آسمانی بادشاہت یا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلافت علی منہاج النبوۃ کا قیام ممکن ہو سکے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ سے ہماری عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ صہیونیّت کے اس عالمی غلبہ کو ختم کرنے کے لئے ہمیں بھی ہمّت اور حوصلہ دے اور ایسے حالات جلدی پیدا فرما دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر یہ گروہ اپنے انجام کو پہنچ جائے تا کہ نوع انسانی اس ابلیسی گروہ کی انسان دشمن اور اخلاق دشمن سیکولر اور لبرل سوچ سے گلو خلاصی حاصل کر کے معرفت الٰہی کے قریب ہو سکے۔

مزید برآں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دجّال کی چالوں سے بچائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر المسیح الدجّال کا مقابلہ کرنے کا موقع بخشے آمین۔

قیامت کے دن پوچھا جائے گا!

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قیامت کے دن کسی بندے کے قدم (اپنی جگہ سے) نہیں ہٹیں گے

حَتّٰى يُسْأَلَ

یہاں تک کہ اس سے پوچھ لیا جائے کہ!

عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ،

عمر (زندگی) کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا؟

وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ،

علم کے متعلق کہ اس پر کتنا عمل کیا؟

وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ أَنْفَقَهٗ،

اور مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ

اور جسم کے متعلق کہ کن کاموں میں اس کو کھپایا؟

ترمذی عَنْ أَبِی بَرْزَةَ الأَسْلَمِیِّ رضی اللہ عنہ

9

فَتْحُ يَاجُوْج وَمَاجُوْج

یاجوج ماجوج کی یلغار

حدیث نبوی ﷺ میں وارد دس علاماتِ قیامت میں سے نویں (9) علامت 'فتح یاجوج ماجوج' ہے یعنی یاجوج ماجوج کا اپنے علاقے سے نکل کر متمدّن دنیا میں آ کر یلغار کر دینا ہے۔ جس سے امن تباہ ہو جائے گا وسائل رزق اور ضروریات زندگی پر وہ قبضہ کر لیں گے اور ترقی پذیر ممالک میں بنیادی ضروریات کا فقدان ہو جائے گا جس سے معاشی ضروریات کی فراہمی کا توازن بھی بگڑ جائے گا۔ یہ 'یاجوج ماجوج' کیا بلا ہے؟ اس کی تفصیلات خاصی دلچسپ بھی ہیں اور توجّہ طلب بھی۔ مگر افسوس کہ اس کے بارے میں اختلاف رائے بہت ہے اور اس گروہ کے تعیّن کے بارے میں تاحال کوئی ایسی رائے، جو قبول عام حاصل کر سکے، سامنے نہیں آ سکی۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں 'یاجوج ماجوج' کے بارے میں چند اشارات اور اس کے ساتھ کچھ صفاتی سابقے لاحقے آ گئے ہیں جس سے اس گروہ کا ایک فرضی ہیولا بنانا آج قدرے آسان ہے۔ ذیل میں سب سے پہلے ہم قرآن و حدیث کے ان چند محکمات کا ذکر کر رہے ہیں جو آئندہ غور و فکر کے لیے ہم سب کے سامنے رہنے ضروری ہیں۔

01 'یاجوج ماجوج' انسان ہیں

تاریخی اعتبار سے اس گروہ کا تذکرہ سب سے پہلے حضرت ذوالقرنین (جو ایران کا ایک بادشاہ تھا) کے زمانے میں ملتا ہے یہ تقریباً 400 ق م کا دور ہے۔ حضرت ذوالقرنین ایران کے بادشاہ تھے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس بادشاہ نے اپنے دورِ حکومت میں کئی اہم مہمیں سر کی ہیں ان میں سے ایک بڑی مہم اس کا مدائن (ایران کا پایۂ تخت) سے شمال کا سفر ہے۔

جب یہ بادشاہ شمال کی طرف سفر کر کے ایک پہاڑی علاقے تک پہنچا ہے جہاں سے آگے متمدّن آبادیاں کم تھیں اور وہاں کے لوگوں کو آگے کسی تمدّن یا تہذیب کا علم نہیں تھا۔ وہ لوگ

بادشاہ اوراس کے مصاحبین کی زبان بھی نہیں سمجھتے تھے یہ لوگ اس جگہ کو محفوظ سمجھ کر وہاں آباد تھے مگر کچھ عرصے سے شمال کی طرف اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے تھے۔ ذوالقرنین ایک خداترس اور رحمدل بادشاہ تھا راہ ہدایت پر بھی تھا؛ لہٰذا ان مقامی لوگوں نے ہمّت پا کر بادشاہ کے سامنے اپنا مطالبہ رکھ دیا اس قوم کے بیان کے مطابق آبادی سے ذرا فاصلے پر ایک پہاڑی راستہ (درّہ) تھا۔ درّہ پار کے علاقے سے وقتاً فوقتاً کچھ لوگ آ کر ان کی آبادیوں پر حملہ کر دیتے تھے۔ قرآن پاک (سورۃ الکہف) میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔ تاہم بیان کے انداز سے یہ بات ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج انسان ہی تھے اور نسل انسانی ہی کا کوئی حصّہ تھے جو اس آبادی کے پاس پہاڑی سلسلہ کے اُس پار رہتا تھا اور کم ترقی یافتہ تھا اسی وجہ سے وقفے وقفے سے وہ اِدھر آ جاتے تھے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے تھے۔

02 یاجوج ماجوج غیر مہذّب اور فسادی لوگ ہیں

حضرت ذوالقرنین کے سامنے اس قوم نے یاجوج ماجوج کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بیان بھی قابل توجہ ہے۔ قرآن مجید میں پورا واقعہ یوں ارشاد ہوا ہے۔

قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا ○ (18:94)

”ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچاتے رہتے ہیں بھلا ہم آپ کے لیے مالی وسائل (کا انتظام) کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں“

آیت سے واضح ہے کہ یاجوج ماجوج ایسے گروہ انسانی کا نام ہے جو مزاجاً فسادی ہے اور زمین میں لوٹ مار کرتے ہیں خلق خدا کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

03 سدّ ذوالقرنین انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کا شاہکار ہے

حضرت ذوالقرنین نے اس علاقے کے لوگوں کے مطالبے پر جو دیوار بنائی تھی اسے آج بھی انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ حیرت ہے کہ اس زمانے میں

ایک بادشاہ اپنے علاقے سے دور اس قدر ٹیکنالوجی کا استعمال کرسکتا ہے اور وہاں اس قدر INFRA STR UCTURE موجود تھا جس کی بنیاد پر ہر کام ممکن ہوسکا پھر اس تعمیراتی پراجیکٹ پر کتنا عرصہ صرف ہوا۔ قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کے لوگ بھی تعمیراتی شعبے میں کافی آگے تھے گو ـــــــــ دو پہاڑیوں کے درمیان دیوار بنانے کا یہ پراجیکٹ جسے ایک 'میگا پراجیکٹ' ہی کہا جاسکتا ہے ان کے معاشی وسائل سے کہیں بڑا تھا۔

اس دیوار کی تفصیلات قرآن پاک نے ہی بتائی ہیں کہ حضرت ذوالقرنین نے دو پہاڑوں کے درمیان لوہے کے تختوں سے دو دیواریں کھڑی کردی (آج کل دیوار کی شٹرنگ سے مشابہ) پھر تانبے کے ذخائر کہیں پاس تھے وہاں سے تانبہ لے کر اس کو پگھلایا گیا اور پگھلا ہوا تانبہ لوہے کی دیواروں کے درمیان (آج کل کے کنکریٹ کی طرح) ڈال دیا گیا۔ نہ معلوم یہ دیوار کتنی لمبی کتنی اونچی اور کتنی چوڑی تھی بہرحال تانبے اور لوہے سے یہ دیوار بنادی گئی۔ اس کے آثار آج بھی کہیں مل جائیں تو ـــــــــ یقیناً دنیا کا آٹھواں عجوبہ شمار ہوسکتی ہے۔

04 یاجوج ماجوج نے ذوالقرنین کا مقابلہ نہیں کیا

سد ذوالقرنین کی تعمیر کا یہ کام غیر معمولی کام تھا بڑا پراجیکٹ تھا لہٰذا یقینی طور پر اس کی تکمیل میں کئی سال لگ گئے ہوں گے۔ حیرت ہے کہ اس دوران یاجوج ماجوج نے کوئی مہمّاتی چڑھائی نہیں کی اور ذوالقرنین سے کسی قسم کی ٹکر لینے کا مرحلہ نہیں آیا۔

05 یاجوج ماجوج بہت جنگجو اور سامان حرب وضرب کے مالک ہیں

مسلم شریف میں حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ بیان ہوا

..........فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسٰى إِنِّى قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِى لَايَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ .... (صحیح مسلم)

"..........وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں،......"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے وقت نہ سہی وقت کے گزرنے کے

ساتھ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا زمانہ آنے تک وہ ایک ترقی یافتہ قوم بن گئے اور اپنے پاس سامان حرب وضرب کا ایسا ذخیرہ جمع کرلیا کہ اس زمانے کی سلطنتیں اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی انہیں ختم کرسکتا ہے۔ یہ امکان غالب ہے کہ یہاں چونکہ یاجوج ماجوج کا ذکر قربِ قیامت کی نشانی کے طور پر ہے لہٰذا ان کی یہ زبردست عسکری قوت آج بہت زیادہ ہوگئی ہو اور جب ان کے نکلنے کا زمانہ ہمارے سامنے آچکا ہے یہ کیفیّت اس وقت کی تصویر ہو۔ واللہ اعلم

06 یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین

قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ دو جگہ پر آیا۔ ایک سورۃ الکہف میں اور دوسرے سورۃ الانبیاء (21:95-96) میں۔ سورۃ الکہف میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ اس پس منظر میں آیا ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ جب مکّہ میں تھے تو ان سے کچھ سوالات کیے گئے جن کا وحی الٰہی کے ذریعے جواب نازل ہوگیا۔ انہیں میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ذوالقرنین کون تھا؟۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال بنیادی طور پر بنی اسرائیل کی تاریخ سے متعلق تھے اور غالباً اُنہوں (بنی اسرائیل یعنی یہودی قبائل کے سرداروں) نے ہی قریش مکّہ میں اپنے دوستوں کے ذریعے یہ PROXY QUESTIONS کروائے تھے اسی لئے قرآن مجید میں نازل شدہ جوابات کے باوجود میں بنی اسرائیل کے تینوں قبائل نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ذوالقرنین ایران کا ایک نیک دل، خداترس اور ایماندار بادشاہ تھا تاریخ میں اسی بادشاہ کو کیخورس یا کیخسر ویا سائرس کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔ آج کی موجودہ بائبل کے عہدنامہ قدیم میں تاریخ کے باب میں اس کا تفصیل سے تذکرہ ہے۔ یہود ــــــ ذوالقرنین کے حوالے سے ان کے حالات زندگی اور مہمّات کی تفاصیل سے بھی واقف تھے۔ قرآن مجید نے اس بادشاہ کی تین مہمّات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک مہم کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ مدائن (جہاں ایران کے بادشاہوں کا پایۂ تخت تھا) کے شمال میں بحیرۂ اسود (BLACK SEA) اور بحیرۂ کیسپین کے درمیان میں موجود پہاڑی سلسلہ میں سے ایک ہی راستہ شمالی علاقہ جات کو جاتا ہے۔ اس راستے پر مقامی آبادی کی اس شکایت پر کہ یاجوج ماجوج شمال سے آکر لوٹ

مار کرتے ہیں، فساد مچاتے ہیں۔ حضرت ذوالقرنین نے ایک مضبوط دیوار بنادی یہ دیوار لوہے کے تختوں اور تانبے سے بنائی گئی تھی۔

حضرت ذوالقرنین نے جب یہ دیوار بنائی تو اپنے ربّ جلیل کا شکر ادا کیا اور اسے اس (ذات ﷻ) کا فضل قرار دیا۔ نیز قرآن مجید کے بیان کے مطابق انہوں نے کہا کہ یہ دیوار قائم رہے گی یاجوج ماجوج اس کو عبور نہیں کرسکیں گے اور مشرقِ وسطیٰ کی متمدّن دنیا پر مہم جوئی نہیں کرسکیں گے، ہاں ـــــ قربِ قیامت میں (یعنی بہت دیر بعد) اللہ چاہے گا تو اس دیوار کو گرادے گا اور یاجوج ماجوج آزاد ہوکر یورپ اور مشرق وسطیٰ کی متمدّن دنیا پر یلغار کردیں گے۔

07 یاجوج ماجوج اور بنی اسرائیل

موجودہ بائبل میں بھی ذوالقرنین کی تفاصیل ہیں تو اصلی تورات میں کتنی مزید تفاصیل ہوں گی یا بنی اسرائیل کتنی تفاصیل صرف اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں اس کو عام نہیں کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کا تعلق ـــــ نسل انسانی کے اس شریر عنصر (یاجوج ماجوج) سے بہت گہرا ہے بلکہ یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ ذوالقرنین جب اس 'دیوار' کی تعمیر کررہے تھے تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ ذوالقرنین کے ساتھ ہو؛ اس لئے کہ لوہے کو پگھلانا اور تانبے کو پگھلانا ـــــ یہ دو خصوصی احسانات تھے اور خصوصی ٹیکنالوجی تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اور بنی اسرائیل ہی ان انبیاء علیہم السلام کے وارث اور نام لیوا تھے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ذوالقرنین بادشاہ اگر خداترس تھا اللہ تعالیٰ اور آخرت کا ماننے والا تھا تو کیا کسی پیغمبر کی اُمّت میں سے بھی تھا یا نہیں؟ اور اگر تھا تو کس نبی کا اُمّتی تھا؟ اس سوال کا کوئی واضح جواب تاریخ کے صفحات میں گم ہے۔

08 یاجوج ماجوج سے متعلق ایک اہم واقعہ کا ذکر فرمانِ رسالت ﷺ میں

حضرت ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کا داخلہ مشرقِ وسطیٰ کی متمدّن دنیا کے لئے

بند کر دیا تھا۔ یہ واقعہ اندازاً 400ق م کے لگ بھگ کا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے واقعہ (8ھ یا 629ء) کے زمانے میں یاجوج ماجوج سے متعلّق ایک حقیقت کا ذکر فرمایا۔ یہ روایت کئی طرق سے آئی ہے ہم یہاں یکے از اُمّہات المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی روایت درج کرر ہے ہیں:

عن زینب بنت جحش اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اسْتَیْقَظَ مِنْ نَوْمِہٖ وَ ھُوَ یَقُوْلُ لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَیْلٌ لِلْـعَـرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ مِثْلَ ھٰذِہٖ وَ عَقَدَ سُفْیَانُ بِیَدِہٖ عَشَرَ۔ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنُھْلِکُ وَ فِیْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ (مسلم)

''اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے اس حال میں بیدار ہوئے کہ آپ فرما رہے تھے لا الٰہ الا اللہ، خرابی ہے عرب کی اس آفت سے جو نزدیک ہے آج یاجوج اور ماجوج کی آڑ اتنی کھل گئی۔ اور (راویٔ حدیث) سفیان نے دس کا ہندسہ بنایا (یعنی انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے حلقہ بنایا) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا ہم اس حال میں بھی تباہ ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! جب بُرائی زیادہ ہوگی۔''

اس روایت کے مطابق یاجوج ماجوج کا وہ راستہ جو 400ق م میں بند کر دیا گیا تھا ساتویں صدی کی تیسری دہائی میں اس میں سوراخ ہو گیا اور پھر تھوڑے عرصے بعد وہ راستہ بطورِ شارعِ عام دوبارہ کھل گیا۔ اہم سوال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس موقع پر بظاہر پریشانی کی وجہ کیا تھی؟ اور اس واقعہ سے آنے والے دنوں یا صدیوں میں اسلام کو کیا خطرہ تھا؟

راقم کا گمانِ غالب ہے کہ اس موقع پر جب یہ راستہ کھل گیا تو بنی اسرائیل (صہیونیّت) کا کوئی وفد اس راستے سے گزر کر یا تو یاجوج ماجوج سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گیا یا صہیونیّت کا کوئی وفد چین (منگولیا) کے حکمرانوں تک جا پہنچا اور انہیں اپنے فلسطین سے نکلنے کے بعد اب مدینہ سے بھی نکلنے اور جزیرۃ العرب سے بھی نکالے جانے کے امکان کی

صورت میں 'مدد' اور سرپرستی کی درخواست کی۔

اس بات کا ایک قرینہ سب سے زیادہ اس طرف دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حکومت کمزور ہونے پر ان کے خلاف پہلی بیرونی غیر مسلم مہم جوئی اسی علاقے سے ہوئی۔ ہلاکو خان چنگیز خان کا بغداد پر حملہ اسی سلسلہ مہمّات کا ایک حصہ تھا اور یہ بات ثابت ہے کہ بغداد پر ہلاکو خان چنگیز خان کے حملے کے پیچھے صہیونیّت کا لازماً ہاتھ تھا۔

09 یاجوج ماجوج سے متعلق قرآن مجید کا ایک اور بیان

قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کا دوسری بار تذکرہ سورۃ الانبیاء (21:95-96) میں ہے۔ یہ بیان عربی زبان کی بلاغت کا شاہکار ہے اور سمندر کو کوزے میں بند کرنے والی بات ہے۔ ایک طویل موضوع اور سلسلہ بحث کو دو سطروں میں سمو دیا گیا ہے ساری بحث کا حاصل مختصر عبارت میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ سہل بیانی اور بلاغت کلامِ الٰہی کی ہی شان ہو سکتی ہے۔ ارشادِ بارتعالیٰ ہے:

وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ O حَتّٰیٓ اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O (21:95-96)

''اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یقیناً (مجال ہے کہ رجوع کریں) رجوع نہیں کریں گے یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں''

کلامِ خداوندی کے اس اشارے کو عصر حاضر کے عبقری اور GENIUS انسان علامہ اقبال ہی نے سمجھا ہے اور یہ انہی کا امتیازی مقام ہے کہ وہ ایسا کہہ سکیں۔ پہلی جنگ عظیم 1914_1918 کے بعد بنی اسرائیل کو فلسطین میں آباد ہونے کے لئے اتحادیوں کی یلغار پر علاّمہ اقبال نے یاجوج ماجوج کے بلندیوں سے اُتر کر تیزی سے حملہ کرنے کی توجیہ فرمائی ہے۔

بنی اسرائیل 70ء میں رومی جرنیل کی یروشلم کی فتح کے موقع پر قتل بھی کئے گئے اور باقی لوگ جلاوطن کر دیے گئے۔ پیغمبروں کے قتل کے مجرم بنی اسرائیل ہی تھے انہیں کا سب سے شریر عنصر ZIONS کہلاتے ہیں اور ان کا ناپاک مشن صہیونیّت (ZIONISM) کہلاتا ہے۔ یہ

لوگ قتل انبیاء علیہم السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار اوران کو بزعم خویش سولی چڑھانے کے مجرم تھے۔
لہٰذا یہ قوم قرآن مجید کے نزدیک 70ء سے آج تک ایک عذاب یافتہ قوم ہے اور 'مغضوب علیہم'
قوم ہے اور یہ تصورِ قرآن مجید کے نزدیک اتنا بدیہی (PRIMARY) ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں
سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور گویا ہر مسلمان ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس میں
'مغضوبِ علیہم' قوم یہود کے طریقے، طرزِ عمل، مذہب مسلک سے علیحدہ رہنے کی اللہ تعالیٰ سے دُعا
کرتا ہے اور یہ سبق زندگی بھر دہراتا رہتا ہے۔

1917ء میں پہلی جنگ عظیم کے آخری عرصے میں برطانیہ اوراس کے اتحادی جیت
گئے جبکہ جرمنی اوراس کے اتحادی (جن میں سلطنت عثمانی بھی شامل تھی) ہار گئے تو جیتنے والوں نے
ایک پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے کر دیے اور یہودیوں کو بیت المقدس
کے پاس زمین خریدنے اور آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ حالانکہ اس جگہ آباد ہونے کا ان کا
کوئی حق نہیں بنتا تھا ان کے جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں نکالا تھا پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
تشریف آوری پر بیت اللہ کے ساتھ بیت المقدس بھی (شب معراج) مسلمانوں کی تولیت میں
دے دیا گیا تھا جسے عملاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور مسعود میں حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فتح
کیا۔ اس موقع پر طے پانے والے معاہدے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو بھی بیت المقدس آنے
جانے (VISIT VISA) کی اجازت تو دے دی مگر آباد نہیں ہو سکتے تھے مگر یہود اوراس کے زیر
اثر لوگ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس احسان کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ O (21-95)

''اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا یقیناً (محال ہے کہ رجوع کریں) رجوع
نہیں کریں گے''

گویا جو قوم مغضوب علیہم ہو ـــــ عذاب یافتہ ہو وہ واپس کبھی اپنے علاقہ میں آ کر
آباد نہیں ہو سکتی یہ اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے۔ ہاں اس میں ایک استثناء ہے وہ یہ کہ

حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ O
(96:21)

''یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے اُتر رہے ہوں گے''

صہیونیّت اور یاجوج ماجوج کے تعلّقات کا رتوا زمنہ قدیم سے ہیں قربِ قیامت میں جب یہ یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے تو وہ بنی اسرائیل کو عذاب کی جگہ دوبارہ آباد کرادیں گے۔ اور یہ تاریخ کا روشن باب ہے کہ اسرائیل کے قیام کے سلسلے میں تاج برطانیہ، برطانوی حکومت اور عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے اور اس آیت کے مضمون پر عمل درآمد کا ذریعہ بنے ہیں۔

10 یاجوج ماجوج اور صہیونیّت ایک ہی سکّہ کے دو رُخ

قرآن مجید میں یاجوج ماجوج کے اس تذکرے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو عذاب کے طور پر یروشلم سے نکالا پھر انہیں مدینے میں آباد کیا تا کہ توبہ کا ایک موقع میسّر آجائے۔ اُنہوں نے حضرت محمد ﷺ کو بھی ستایا اس کے خلاف جنگیں کیں بدر، اُحد، خندق میں مکے والوں کو اندرونی تعاون (LOGISTIC SUPPORT) کے وعدوں پر بلایا جس سے حق کا تو کوئی نقصان نہ ہوا صرف ان یہود کا خبث باطن ظاہر ہو گیا کہ بظاہر وہ اس لئے یہاں آباد تھے کہ آخری پیغمبر کی تشریف آوری کے موقع پر ان پر ایمان لائیں گے مگر افسوس کہ وہ ایسا نہ کر سکے بلکہ ان کے طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوا کہ وہ صہیونیت کے چوٹی کے ڈھیٹ لوگ تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح حضرت محمد ﷺ کا راستے روکنے اور ان کے خلاف منصوبے بنانے ہی آئے تھے تا کہ وہ اپنے خدابیزار خداناشناس تہذیب اور طرزِ عمل کے منصوبوں کو جاری رکھ سکیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش دی دوبارہ جلاوطن ہوئے ان کے دانت ایسے کھٹے ہوئے کہ تا قیامت وہ خود سامنے آ کر کبھی جنگ نہیں کر سکیں گے۔

صہیونیّت کو دنیا بھر میں جو اپنے ہم خیال میسّر آئے تو یہی یاجوج ماجوج لوگ ہیں۔ ویسے اُنہوں نے اپنے مقصد کے لئے بہت سے گروہوں اور قوموں کو بھی استعمال کیا ہے۔

علامہ اقبال نے 1917ء میں یہودیوں کے یروشلم میں آبادکاری کے بالفور ڈکلریشن کے موقع پر سلطنت عثمانیہ کے زیر قبضہ فلسطین پر اتحادی فوجوں کی بے تحاشہ

اور بے رحمانہ یلغار پر فرمایا تھا:

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ یَنسِلُوْن

برطانوی استعمار اور روسی استعمار کے ناپاک اتحاد پر جس عبقری شخص نے سب سے پہلے یاجوج ماجوج ہونے کا ٹھپہ لگایا وہ علامہ اقبال ہی کی شخصیت تھی۔ قرآن پاک نے اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے ایک مغضوب علیہم قوم کی دوبارہ اپنی جگہ (عذاب کی جگہ) لوٹنے کے سلسلہ میں ایک استثنا موجود ہے کہ یاجوج ماجوج کے کھولے جانے کے موقع پر انہیں کے تعاون سے ہی ایسا ہوگا۔

یہ جملہ معترضہ ہی کہلائے گا کہ قرآن مجید کے نزدیک بنی اسرائیل (صہیونیت) کا یہ ایک جگہ اکٹھا کیا جانا ـــــ کوئی نیک فال نہیں ہے اور اس میں کوئی مثبت پہلو نہیں ہے بلکہ اس قوم پر ان کے جرائم کی نسبت سے عذاب کی شدت میں کوئی کمی رہ گئی تھی جواب دو ہزار سال بعد پوری کر دی جائے گی اور اسرائیل کی اس ناپاک ریاست کو اس کے جملہ سرپرستوں (یاجوج ماجوج) سمیت نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

11 یاجوج ماجوج کی بے پناہ جنگی صلاحیت اور ترقی ......ایک عظیم جنگ کا پیش خیمہ ہے

صہیونیّت ـــــ اور یاجوج ماجوج ایک ایسے راستے پر گامزن ہیں جو خالق کائنات کی منشا کے خلاف ہے اور اُس کو ناپسند ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَ اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (13-17)

''اور جو (نظریہ یا خیال) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے''

اور وہ نظریہ، خیال، فلسفہ، طرزِ عمل، طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت جو انسان دشمن اور اخلاق دشمن ہوتا ہے وہ کچھ عرصے خوب چمکتا ہے مگر بالآخر ختم ہو جاتا ہے اور ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ـــــ صہیونیّت کے کارپردازوں کا یہ اسرائیل کی شکل میں اجتماع اور ننگ انسانیّت

کارروائیاں دراصل ملک اسرائیل اور یاجوج ماجوج دونوں کے لئے ہی ایک شکنجہ (TRAP) ہے جس میں ان کو اکٹھا کر کے بالآخر اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب نازل فرمادے گا۔ اس موقع پر ایک جنگ یقینی ہے۔ یاجوج ماجوج اور صہیونیت کے پاس بے پناہ جدید جنگی اسلحہ، ٹیکنالوجی اور وسائل ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں (اور حقیقت ہے) کہ سامنے کی موجود دنیا میں کوئی زمینی طاقت ان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی۔ یقیناً ــــــ زمینی طاقت کوئی ایسی نہیں ہے مگر ــــــ ایک طاقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ ایسا کر سکتی ہے۔ ایمان کی بنیاد پر لڑنے والے لوگ قلیل تعداد کے باوجود بارہا بڑے بڑے لشکروں پر غالب آ گئے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے)۔ یہ بات یہود کی اپنی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں یروشلم کی فتح اسی کی واضح مثال تھی جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے اور اب بھی متوقع بڑی جنگ جسے بائبل میں ARMAGADON احادیث میں الملحة الکبریٰ یا الملحمة العظمیٰ اور قرآن پاک میں بأسًا شدیدًا کہا گیا ہے اور عرفِ عام (آج کل کی علمی دنیا) میں تیسری جنگ عظیم کہا جارہا ہے۔ ایسی جنگ ہوگی جس میں ایک طرف اہل حق ہوں گے اور دوسری طرف صہیونیّت، یاجوج ماجوج اور ان کے ہم خیال و زیراثر گروہ۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے یہ نکلے گا کہ حق غالب ہو جائے گا اور باطل کا بھیجا نکال دیا جائے گا اہل باطل سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ایک سنّت کا اس طرح بیان ہوا ہے:

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ (21-18)

''بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے''

12 یاجوج ماجوج ــــ آسمانی بادشاہت کا مقابلہ کریں گے

آج سے چودہ صدیاں قبل اُس دور کی اصطلاحات اور عوامی ذہن کے مطابق محاورے اور الفاظ میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت محمد خاتم النّبیین ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج اپنی مادی ترقی عسکری برتری، اسلحہ کی طاقت اور ٹیکنالوجی پر اتنے مغرور ہوں گے کہ وہ 'سٹار وارز' کی صلاحیّت رکھتے ہوں گے اور' آسمانی بادشاہ' اللہ تعالیٰ سے بھی آمادہ جنگ ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ

ثُمَّ يَسِيرُونَ حَتَّى يَنْتَهُوا اِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ، وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَيَقُولُونَ: لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، فَيَرْمُونَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ، فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوبَةً دَمًا (مسلم)

''......پھر چلیں گے یہاں تک کہ اس پہاڑ تک پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے یعنی بیت المقدس کا پہاڑ تو وہ کہیں گے کہ البتہ ہم زمین والوں کو تو قتل کر چکے، اب آؤ آسمان والوں کو قتل کریں تو اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون میں بھر کر لوٹا دے گا (وہ یہ سمجھیں گے کہ آسمان کے لوگ بھی مارے گئے)''

قارئین ــــــ مختصراً یہ چند باتیں یاجوج ماجوج سے متعلق سمجھ لی جائیں تو آج کے عالمی منظرنامے (SCENARIO) میں یاجوج ماجوج کو پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں ہے ذرا سی عقل عام (COMMON SENSE) رکھنے والا بھی اُسی نتیجے پر پہنچے گا جس نتیجے پر بڑے بڑے ریسرچ پیپر لکھ کر اہل علم اور دانا لوگ بمشکل پہنچیں گے کہ یہ یاجوج ماجوج ــــــ آج کی مقتدر طاقتوں کے علاوہ کوئی اور بلا نہیں ہے۔

یاجوماجوج سے متعلق ایک فرمان رسالت ﷺ

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِيهِ وَ رَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَ رَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَ أَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَ إِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَ اللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّأْمِ وَ الْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا

يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ مَا لَبْثُهُ فِى الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ
يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَ يَوْمٌ كَشَهْرٍ وَ يَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَ سَائِرُ أَيَّامِهٖ كَأَيَّامِكُمْ
قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِى كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ قَالَ
لَا اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِى الْأَرْضِ قَالَ
كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِى عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَ
يَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَ الْأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ
سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًا وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ
يَأْتِى الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ
مُمْحِلِينَ لَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ شَىْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَ يَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا
أَخْرِجِى كُنُوزَكِ فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلًا
مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ
يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ
الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِىَّ دِمَشْقَ بَيْنَ
مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا
رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهٖ إِلَّا
مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِى حَيْثُ يَنْتَهِى طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ
فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ
وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِى الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى
اللّٰهُ إِلَى عِيسَى إِنِّى قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِى لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ
فَحَرِّزْ عِبَادِى إِلَى الطُّورِ وَ يَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ
حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَافِيهَا وَ
يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ.......... وَيُحْصَرُ نَبِىُّ
اللّٰهِ عِيسٰى وَأَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ

دِيْـنَـارٍ لِأَحَـدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَـلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَـوْضِـعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَـمُهُـمْ وَنَتْـنُهُـمْ فَيَـرْغَـبُ نَبِيُّ اللّٰـهِ عِيسَى وَأَصْحَـابُـهُ إِلَـى الـلّٰـهِ فَيُـرْسِـلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَـطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَ يَسْتَظِلُّونَ بِقِـحْـفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِـنُ النَّاسِ وَ اللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنُ النَّاسِ وَ اللِّقْحَةَ مِنُ الْـغَـنَـمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنُ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَـأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَ يَبْـقَـى شِـرَارُ الـنَّـاسِ يَتَهَـارَجُـونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ (مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح کو دجال کا ذکر کیا تو کبھی اس کو گھٹایا اور کبھی بڑھایا (یعنی کبھی اس کی تحقیر کی اور کبھی اس کے فتنہ کو بڑا کہا یا کبھی بلند آواز سے گفتگو کی اور کبھی پست آواز سے)، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ دجال کھجور کے درختوں کے جھنڈ میں ہے۔ پھر جب شام کے وقت ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے ہمارے چہروں پر اس کا اثر معلوم کیا (یعنی ڈر اور خوف)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے دجال کا ذکر کیا اور اس کو گھٹایا اور بڑھایا، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہو گیا کہ دجال ان کھجور کے درختوں میں موجود ہے (یعنی اس کا آنا بہت قریب ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دجال کے سوا اور باتوں کا تم پر خوف

زیادہ ہے (یعنی فتنوں کا اور آپس کی لڑائیوں کا)، اگر دجال نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود ہوا تو تم سے پہلے میں اس کا مقابل ہوں گا (اس سے لڑائی کروں گا) اور تمہیں اس کے شر سے بچاؤں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود نہ ہوا تو ہر مردِ (مسلمان) اپنی طرف سے اس سے مقابلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔ البتہ دجال تو جوان، گھونگھریالے بالوں والا ہے، اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہے گویا کہ میں اس کی مشابہت عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ دیتا ہوں۔ پس تم میں سے جو شخص دجال کو پائے، اس کو چاہئے کہ سورۂ کہف کی شروع کی آیتیں اس پر پڑھے۔ یقیناً وہ شام اور عراق کے درمیان کی راہ سے نکلے گا تو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ایمان پر قائم رہنا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بولے کہ یارسول اللہ! وہ زمین پر کتنی مدت رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس دن تک، ان میں سے ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن جیسے یہ تمہارے دن ہیں (تو ہمارے دنوں کے حساب سے دجال ایک برس دو مہینے اور چودہ دن تک رہے گا)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جو دن سال بھر کے برابر ہوگا، اس دن ہمیں ایک ہی دن کی نمازیں کفایت کریں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، تم اس دن میں اندازہ لگا لینا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس کی چال زمین میں کیسی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بادل کی طرح جس کو ہوا پیچھے سے اڑاتی ہے۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو دعوت دے گا، وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی بات مانیں گے۔ پس وہ آسمان کو حکم کرے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ گھاس اور اناج اگا دے گی۔ شام کو ان کے جانور آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے ہوں گے، تھن کشادہ ہوں گے اور کوکھیں تنی ہوئی (یعنی خوب موٹی ہو کر)۔ پھر دجال دوسری قوم کے پاس آئے گا ان کو بھی دعوت دے گا، لیکن وہ اس کی بات کو نہ مانیں گے۔ تو ان کی طرف سے

ہٹ جائے گا اور ان پر قحط سالی اور خشکی ہوگی ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں سے کچھ نہ رہے گا۔اور دجال ویران زمین پر نکلے گا تو اس سے کہے گا کہ اے زمین! اپنے خزانے نکال، تو وہاں کے مال اور خزانے نکل کر اس کے پاس ایسے جمع ہوجائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں سردار مکھی کے گرد ہجوم کرتی ہیں۔ پھر دجال ایک جوان مرد کو بلائے گا اور اس کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر ڈالے گا جیسے نشانہ دو ٹوک ہوجاتا ہے، پھر اس کو زندہ کر کے پکارے گا، پس وہ جوان دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا سامنے آئے گا۔دجال اسی حال میں ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شہر میں مشرق کی طرف سفید مینار کے پاس اتریں گے، وہ زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب اپنا سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح بوندیں بہیں گی۔ جس کافر تک عیسیٰ علیہ السلام کے دَم کی خوشبو پہنچے گی، وہ مر جائے گا اور ان کے دَم کا اثر وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر پہنچے گی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اس کو بابِ لُد (نامی پہاڑ جو کہ شام میں ہے) پر موجود پا کر اس کو قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے بچایا ہوگا۔پس وہ شفقت سے ان کے چہروں کو سہلائیں گے اور ان کو ان درجوں کی خبر دیں گے جو جنت میں ان کے رکھے ہیں۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں، تم میرے مسلمان بندوں کو طُور (پہاڑ) کی طرف پناہ میں لے جاؤ اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک اونچان سے نکل پڑیں گے۔ان کے پہلے لوگ طبرستان کے دریا پر گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی لیں گے۔ پھر ان میں سے پچھلے لوگ جب وہاں آئیں گے تو کہیں گے کہ کبھی اس دریا میں پانی بھی تھا۔.................اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر

عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا سر تمہاری آج کی سو اشرفی سے افضل ہو گا (یعنی کھانے کی نہایت تنگی ہو گی)۔ پھر اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کے لوگوں پر عذاب بھیجے گا تو ان کی گردنوں میں کیڑا پیدا ہو گا تو صبح تک سب مر جائیں گے جیسے ایک آدمی مرتا ہے۔ پھر اللہ کے رسول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت برابر جگہ ان کی سڑاند اور گندگی سے خالی نہ پائیں گے (یعنی تمام زمین پر ان کی سڑی ہوئی لاشیں پڑی ہوں گی) پھر اللہ کے رسول عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بڑے اونٹوں کی گردن کے برابر پرندے بھیجے گا، وہ ان کو اٹھا لے جائیں گے اور وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ کا حکم ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جس سے زمین کو دھو دے گا یہاں تک کہ ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا، آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا۔ پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل جما اور اپنی برکت کو پھیر دے اور اس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا اور اس کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے اور دودھ میں برکت ہو گی، یہاں تک کہ دودھ والی اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو کفایت کرے گی اور دودھ والی گائے ایک برادری کے لوگوں کو کفایت کرے گی اور دودھ والی بکری ایک پورے خاندان کو کفایت کرے گی۔ پس لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ یکایک اللہ تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجے گا، وہ ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور اثر کر جائے گی تو ہر مومن اور مسلم کی روح کو قبض کرے گی اور بُرے بدذات لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح سر عام عورتوں سے جماع کریں گے اور ان پر قیامت قائم ہو گی۔

10

خُرُوْجُ النَّارِ مِنْ قَعْرِ عَدن

قعرِ عدن سے آگ کا نکلنا

گزشتہ صفحات میں اب تک حدیث مبارکہ میں مذکور 9 علامات قیامت کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ان صفحات میں حدیث پاک میں وارد دسویں علامت کا بیان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے انتہائی درجے میں شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ اس عنوان پر آج کے حالات میں کچھ معروضات پیش کر سکیں۔ یہ معروضات فرمانِ رسالت ﷺ میں وارد علامات کی تفہیم کے لئے حالاتِ حاضرہ پر منطبق کرنے کی کوشش ہے۔اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اس کوشش کو فہم دین کا ذریعہ بنائے اور ہم مسلمانوں کو آمادۂ عمل کرنے کا موجب بنادے۔آمین یا ربّ العالمین

01۔ اس حدیث مبارکہ میں دس علاماتِ قیامت کے تذکرے میں یہ علامت سب سے آخر میں آئی ہے اور ذہن میں آسکتا ہے کہ قیامت سے پہلے کے جس دور سے متعلق اس فرمانِ رسالت ﷺ میں اشارہ ہے اس دور میں یہ صورتِ حال سب سے آخری علامت اور نشانی کے طور پر پیدا ہوگی اور اس کے بعد جلد ہی قیامت واقع ہو جائے گی۔

02۔ اشراط الساعۃ والی اس حدیث مبارکہ کے علاوہ بھی کئی احادیث میں قربِ قیامت میں آگ کے نکلنے کا ذکر ہے۔حضرت موت سے آگ کا نکلنا، یمن سے آگ کا نکلنا، مشرق سے آگ کا نکلنا بھی احادیث میں وارد ہے۔اس آگ کی کیفیت ایک فرمانِ رسالت ﷺ میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ اس کی ہولنا کی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ارشاد ہے:

(ا) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آگ تمہارا پیچھا کرے گی جو آج وادی برہوت میں بجھی ہوئی ہے جو لوگوں کو گھیر لے گی، اس میں دردناک عذاب ہوگا، لوگوں اور ان کے اموال کھائے گی اور وہ ساری دنیا کا آٹھ دنوں میں چکر لگالے گی وہ ہوا اور بادل کی طرح اُڑے گی اس کی گرمی دن کی گرمی سے رات

کے وقت زیادہ سخت ہوگی اور اس کے آسمان وزمین کے درمیان بادل سے زیادہ گرجدار آواز ہوگی اور یہ مخلوق کے سروں پر عرش سے زیادہ قریب ہوگی۔عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ ہوا مؤمن مرد اور عورتوں پر نرم ہوگی یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن مرد اور عورت اس وقت ہوں گے کہاں اس دن لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہوں گے۔ وہ جانوروں کی طرح کھلم کھلا زنا کریں گے ان میں کوئی مرد ٹھہر جا، ٹھہر جا کہنے والا نہ ہوگا۔ (رواہ طبرانی وابن عساکر)

اسی طرح اس فرمان رسالت میں بھی آگ کی کیفیات کا ذکر ہے:

(ب) حضرت رافع بن بشر سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عنقریب ایک آگ جبس سیل سے نکلے گی۔ وہ تیز رفتار اُونٹ کی طرح دوڑے گی دن کو چلے گی رات کو ٹھہر جائے گی صبح وشام اس کا یہی کام ہوگا اور عام اعلان ہوگا لوگو! آگ نے صبح کی ہے تم بھی صبح کرو۔آگ نے قیلولہ کیا تم بھی قیلولہ کرو آگ نے شام کی تم بھی شام کرو آگ جسے پہنچے گی اسے کھا جائے گی۔(رواہ احمد والبغوی والبارودی وابن قانع وابن حبان والطبرانی والحاکم و ابونعیم)

علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی نے اپنی تصنیف ''اشراط الساعۃ'' (جس کا ترجمہ مفتی محمد فیض احمد اویسی نے کیا ہے) میں ان احادیث کی تطبیق اس طرح فرمائی ہے:

''یہ آگ جس کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے یہ عدن کے گڑھے سے نکلے گی یہ اس آگ کی غیر ہے جو مدینہ پاک سے نکلے گی جس کا قسم اوّل میں تفصیل سے ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے منافی بھی نہیں کہ یہ آگ جبس سیل سے خارج ہوگی کیونکہ اصل تو یہ ہے کہ یہ آگ وادیٔ برہوت سے نکلے گی اسے 'وادی النار' کہا جاتا ہے اور عدن کے گڑھے میں ہے اور عدن حضر موت کے کنارے اور ساحل سمندر پر ہے۔ تمام عبارات کا مقصد ایک ہے اور وہ آگ جبس سیل سے بھی گزرے گی۔ اور یہ خطاب اہل مدینہ سے ہے جبس سیل مدینہ طیبہ کے شرقی جانب ہے اسی وادی سے جبس سیل ہو کر گزرے گی اور وادی جبس سیل مدینہ پاک کے راستہ پر ہے اس معنی پر یہ کہنا بھی صحیح ہوا کہ وہ جبس سیل سے نکلے گی۔''

قعر عدن کیا ہے؟

احادیث مبارکہ میں قعر عدن کے علاوہ 'حبس سیل' اور وادی برہوت کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ اس وادی کو 'وادی النار' بھی کہا جاتا ہے۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ سارا علاقہ کس طرح کا ہے اور اس کا جغرافیہ کیسا ہے۔
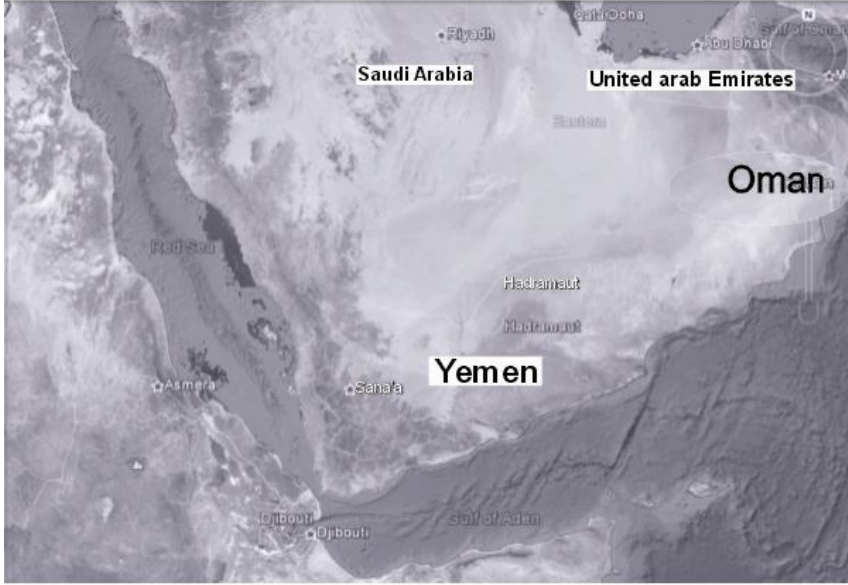
1۔ ملک یمن کا محل وقوع (سعودی عرب، عمان، متحدہ عرب امارات وغیرہ واضح ہیں)
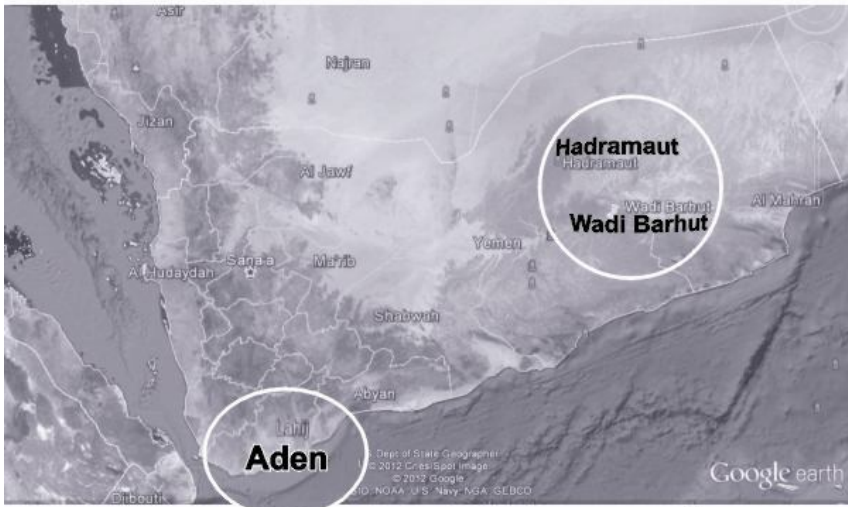
2۔ یمن میں واقع وادیٔ برہوت، حضر موت، عدن
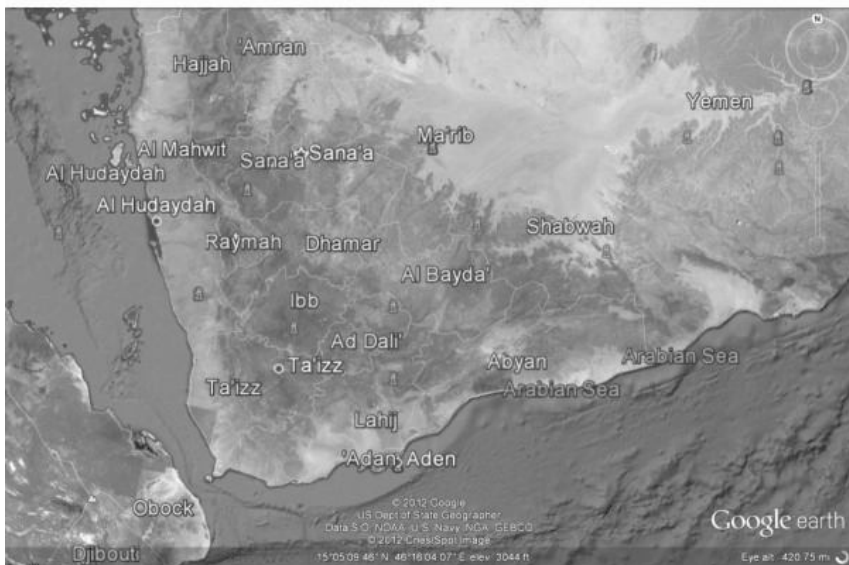
3۔ملک عدن کا نقشہ: اہم شہر صنعاء، عدن، مآرب نمایاں ہیں
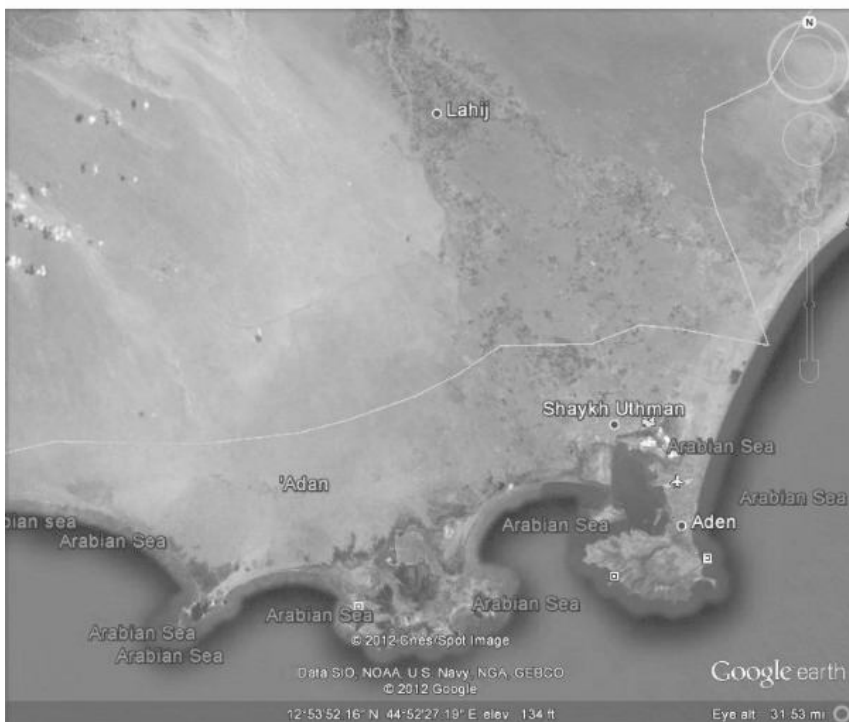
4۔شہر عدن......ملک یمن کا جنوبی ساحلی علاقہ اور اہم شہر ہے۔

5۔شہر عدن کا فضائی منظر
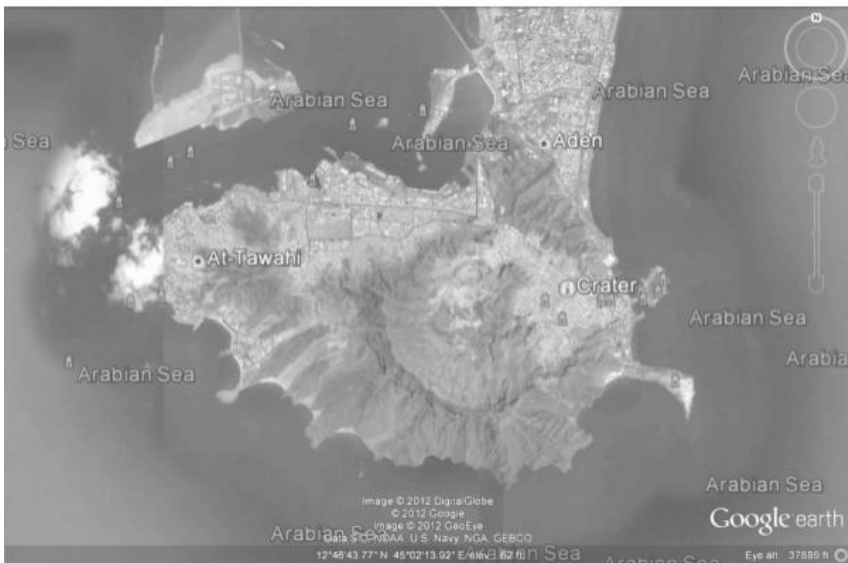
6۔یمن کے شہر عدن کا فضائی منظر (نقشے میں آتش فشاں پہاڑ کا دہانہ نمایاں ہے، اس علاقہ کو وادی النار بھی کہتے ہیں)۔
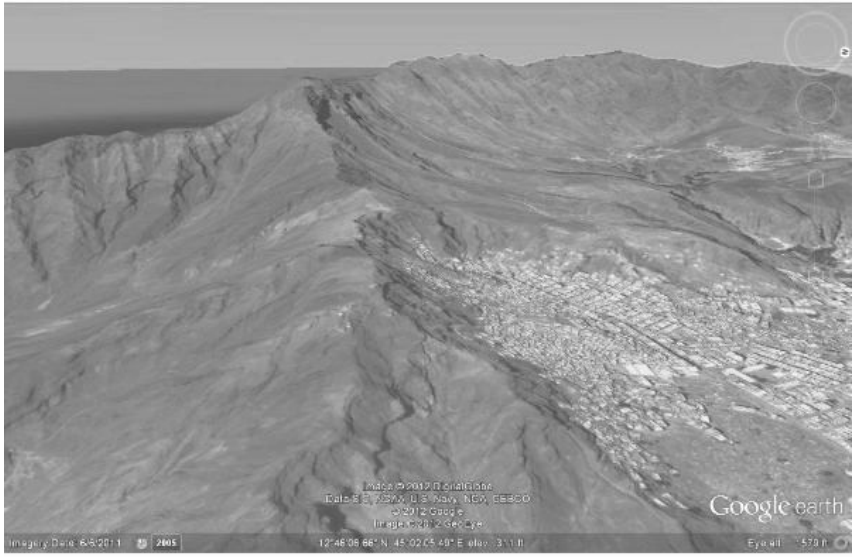
7۔عدن کے شہر کے پاس آتش فشانی چٹانوں کی ساخت واضح طور پر نمایاں نظر آتی ہیں۔

8۔چھوٹا عدن (پرانا عدن) کا فضائی منظر: یہ علاقہ بھی آتش فشانی چٹانوں سے گھرا ہوا ہے۔
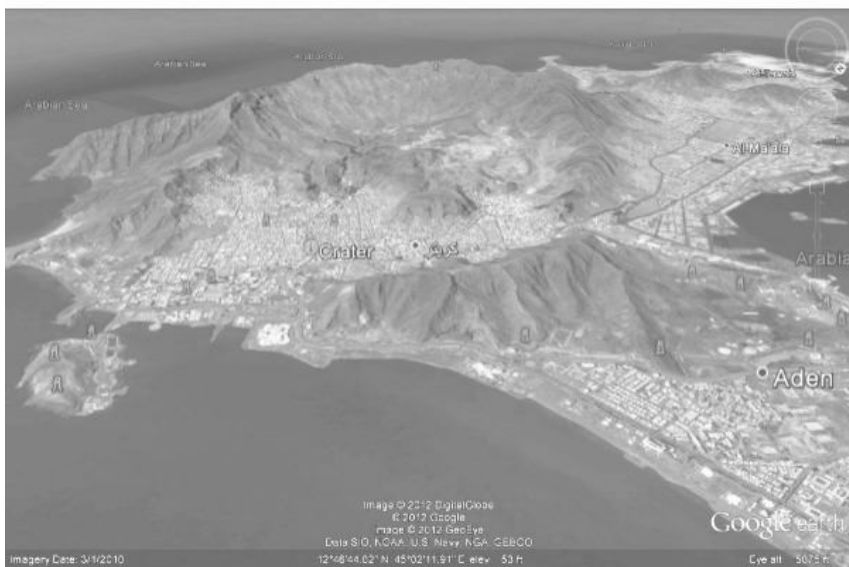
9۔شہر عدن کے اندر آتش فشاں پہاڑ کا ایک اور منظر
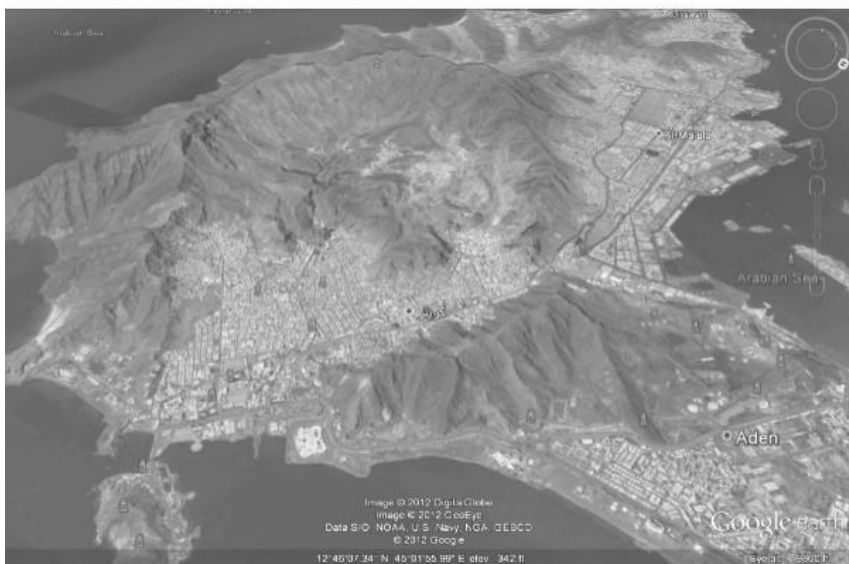
10۔شہر عدن کی آبادی کا ایک حصہ اور اہم تنصیبات آتش فشاں کے دہانے پر ہی واقع ہیں۔

11۔ شہر عدن کا فضائی منظر۔ آتش فشاں پہاڑ کے دھانے پر آبادی بالکل واضح ہے۔

01۔ آتش فشاں پہاڑ دنیا کے کئی علاقوں کی طرح یمن میں بھی موجود ہیں۔ آتش فشاں ماضی میں جب کبھی پھٹے ہیں تو وسیع علاقوں میں تباہی لائے ہیں۔ کئی علاقوں کے آتش فشاں ایک عرصہ پر دوبارہ بھی پھٹ پڑتے ہیں اور تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

02۔ احادیث مبارکہ میں لسانِ رسالت ﷺ سے جس آگ کے نکلنے کا تذکرہ سامنے آیا ہے وہ اس طرح کے آتش فشانوں کے پھٹنے سے بھی نمودار ہو سکتی ہے اور کئی دیگر ذرائع اور اسباب سے بھی سامنے آ سکتی ہے۔

03۔ آنے والے دور میں مشرق وسطی کا علاقہ اور بالخصوص بیت المقدس اور حرمین شریفین کا علاقہ صیہونیت کے شیطانی منصوبوں کی تکمیل کی ناپاک خواہشات کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہیں لہٰذا سعودی عرب اور یمن کے اس حصے میں کسی ایٹمی جنگ کا واقع ہونا بھی کوئی بعید از قیاس یا ناممکن نہیں ہے۔

04۔ اس علاقے میں قدرتی تیل اور قدرتی گیس کے بے پناہ ذخائر کا تو دنیا کو علم ہے ہی کسی ناگہانی صورت حال میں علاقے میں موجود آئل فیلڈز اور گیس فیلڈز میں آگ لگ جانے

سے جس تباہی کا منظر تصوّر کیا جاسکتا ہے وہ عالم اسباب میں سامنے کی بات ہے۔

05۔ ابھی حقیقت مستقبل کے پردوں کے پیچھے مستور ہے اور یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ عالم واقعہ میں حقیقی صورت حال کیا ہوگی۔ تاہم حضرت محمد ﷺ کے فرامین کی روشنی میں یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ جلد یا بدیر قربِ قیامت میں اس علاقے سے وہ ساری کیفیات پیدا ہوں گی اور عالم اسباب میں ہو بہو وہی نقشہ بن کر رہے گا جو آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہمارے تصوّر میں آسکتا ہے۔

حرفِ آخر

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت میں جن دس علاماتِ قیامت کا تذکرہ ہے وہ بیان ہو چکیں۔ ان میں کئی علامات آج ہمارے سامنے ہیں۔ گویا یہ دور قُربِ قیامت کا ہی دور ہے اور فتنۂ دجال کا دور ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کی حیثیت سے ان باتوں پر مکمل یقین کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے، اپنی اصلاحِ احوال کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اُمّت مُسلمہ کے اجتماعی احوال کی اِصلاح اور بہتری اور دنیا میں اسلام کے ازسرِنو غلبہ واستحکام کے لئے بھرپور سعی کرنا چاہیے تاکہ ہم سب مسلمان ان فرائض کی ادائیگی کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کر کے آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔

ان علامات قیامت کے بیان سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ یہ سب تو ہونے والا ہے دنیا ختم ہو رہی ہے لہٰذا ـــــ کھاؤ، پیو، عیش کرو! ہمارے اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر سے یہ بے دینی و بے عملی کہاں رُک سکتی ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ۔

اَشراط الساعہ کے اس بیان سے مراد یہ ہے کہ اہل ایمان کو اپنی دینی ذمّہ داریاں پوری کرنا ہیں اس کے باوجود یہ دس نشانیاں پوری ہوں گی ان مخالف اور حوصلہ شکن حالات میں بھی کسی مسلمان کو ہمّت نہیں ہارنا چاہیے اور اِصلاحِ اَحوال کی کوششوں سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیے۔

مصادر ومراجع

- القرآن الحکیم
- صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری الجعفی
- صحیح مسلم — مسلم بن الحجاج ابوالحسن القشیری النیسابوری
- جامع ترمذی — محمد بن عیسیٰ بن سَورۃ بن موسیٰ، الترمذی، اَبوعیسیٰ
- سنن ابی داوٗد — ابوداود سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی
- مسند احمد — ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی
- الجامع الصغیر — عبدالرحمٰن بن اَبی بکر، جلال الدین السیوطی
- مفردات الفاظ القرآن — راغب اصفہانی
- مظاہر حق — مولانا عبدالحق محدث دہلوی
- اَشراط الساعہ — علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی
- دجال — اسرار عالم
- دجال — مفتی ابولبابہ
- فك اسرار ذی القرنین (اخناتون) و یاجوج وماموج — حمدی بن حمزة الصریصری الجهنی
- قیامت اور حیات بعد الموت — انجینئر سلطان بشیر محمود
- قیامت سے پہلے تین قیامتیں (زمین کے تین خسوف) — محمد نذیر یاسین
- اینڈ آف ٹائم — ڈاکٹر شاہد مسعود
- کُلّیاتِ اقبال — علامہ اقبال

انجمن خدام القرآن جھنگ (رجسٹرڈ)

کے اغراض و مقاصد

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو قرآن مجید کی تعلیم و تعلّم کو اپنا مقصد زندگی بنالیں

اور ایک ایسی

قرآن اکیڈمی

کا قیام جو قرآن حکیم کے فلسفہ و حکمت کو
وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے

اَلسَّعْیُ مِنَّا وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہ

کے مشن میں تعاون کریں

بچہ کار آیدت ز گل طبقے؟
پھولوں کا طبق تیرے کس کام آئے گا
از گلستان من ببر ورقے
میری گلستان کا ایک ورق لے جا
گل ہمیں پنج روز شش باشد
پھول یہی پانچ چھ روز رہے گا
ویں گلستان ہمیشہ خوش باشد
اور یہ گلستان ہمیشہ تازہ رہے گا

(حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

اپنے دوستوں کو حکمت بالغہ
کی سالانہ خریداری کا تحفہ دیں

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات
زرتعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 400 روپے